UNIVERSAL
LIBRARY

OU_226232

UNIVERSAL
LIBRARY

تاریخ

مولد النبیؐ

یعنی

مکانِ ولادت و زمانِ ولادت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

تاریخی حالات و واقعات

مؤلفہ

علی شبیر صدر منتظم ہائیکورٹ حیدرآباد دکن

مولف تاریخ مزارات حرمین و تاریخ غلاف کعبہ و تاریخ حجر اسود و حجاز کے فرنگی سیاح و

مترجم سفرنامہ بیرکہارٹ و مصنف نظم شبیر و محاکمہ قطعات ابن یمین و سعدی

مطبوعہ دکن لاء رپورٹ حیدرآباد دکن

ربیع الاول سنہ ۱۳۵۱ھ

نذر

حضور سیدُ المرسلین و رحمتہ للعالمین

بکمال ادب و بصد عجز و نیاز یہ متبرک تحفہ تاریخ مولد النبیؐ

بارگاہ رسالت میں پیش ہے

آپکا نافرمان غلام

شبیر

ربیع الاول ۱۳۵۱ ہجری

فہرست ماخذ تالیف

اگرچہ اس چھوٹی سی کتاب کے لیے مجھے بہت سی بڑی بڑی کتابیں دیکھنی پڑیں مگر خصوصیت سے جن کتابوں سے مدد لی گئی وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ **مواہب اللدنیہ** مولفہ احمد بن محمد القسطلانی (عربی) مطبوعہ مصر۔ یہ کتاب آٹھ جلدوں میں ہے دسویں صدی ہجری کی تالیف ہے۔

۲۔ **شرح مواہب اللدنیہ**۔ مولفہ محمد بن عبد الباقی زرقانی (عربی) مطبوعہ مصر۔ گیارہویں صدی ہجری کی تالیف ہے۔

۳۔ **اخبار مکہ**۔ مولفہ ابی الولید محمد عبد اللہ الازرقی (عربی) جو تیسری صدی ہجری کی تالیف ہے اور سنہ ۱۸۵۸ء میں جرمنی میں طبع ہوئی ہے۔

۴۔ **الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام**۔ (عربی) مولفہ قطب الدین مکی تالیف سنہ ۹۸۵ ہجری مطبوعہ مصر۔

۵۔ **جامع اللطیف** (عربی) مولفہ جمال الدین محمد بن جار اللہ تالیف سنہ ۱۰۱۹ ہجری مطبوعہ مصر۔

۶۔ **مراۃ الحرمین** (عربی) مولفہ سعادت اللوا ابراہیم رفعت پاشا مطبوعہ مصر جو دو جلدیں باتصویر شائع ہوئی ہے۔

۷۔ **خلاصہ شفاء الغرام باخبار بلد الحرام**۔ مولفہ تقی الدین فاسی (عربی) تالیف سنہ ۸۲۵ ہجری مطبوعہ جرمنی۔

۸۔ **رحلۃ الحجازیہ**۔ یعنی سفرنامہ خدیو عباس حلمی پاشا والی مصر۔ (عربی) تالیف سنہ ۱۳۲۱ ہجری۔ مطبوعہ مصر۔

۹۔ **رحلۃ العیاشی** (عربی) سفرنامہ عیاشی تالیف سنہ ۱۰۵۹ ہجری مطبوعہ مصر۔

۱۰۔ **سفرنامہ محمد ابن جبیر اندلسی**۔ تالیف سنہ ۵۷۹ ہجری مترجمہ احمد علی رامپوری مطبوعہ رامپور۔

۱۱۔ **سیرۃ النبی** مولفہ مولوی شبلی نعمانی و مولوی محمد سلمان صاحب ندوی مطبوعہ اعظم گڈھ۔

۱۲۔ **ماڈرن ایجپشنی انز** (موجودہ مصری) انگریزی طبع لندن تالیف سنہ ۱۸۳۵ء

۱۳۔ **سفرنامہ برکھارٹ** (انگریزی) مطبوعہ لندن طبع سنہ ۱۸۲۹ء سوئٹزرلینڈ کے مشہور و معروف سیاح ابراہیم ابن عبد اللہ عرف برکہارٹ کا سفرنامہ حجاز تالیف سنہ ۱۸۱۴ء۔

۱۴۔ **سفرنامہ مولوی شبلی نعمانی**۔ حالات سفر شام و مصر و روم تالیف سنہ ۱۸۹۲ء۔

۱۵۔ **سفرنامہ حافظ عبد الرحمن** امرتسری تالیف سنہ ۱۸۹۸ء۔ حالات مصر و شام۔

فہرست مضامین تاریخ مولد النبیؐ

نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ
	نذر	
	فہرست ماخذ تالیف	
	دیباچہ	الف، ب
	حصۂ اول	
۱	مولد النبی کے معنی و مفہوم۔	۱
۲	مولد النبی کا مقام وقوع۔	
۳	مولد النبی کے مقام وقوع میں اختلاف۔	۳
۴	مولد النبی کی اصلیت میں شبہ۔	۶
۵	مولد النبی آنحضرت کے عہد میں۔	۹
۶	مولد النبی خلفائے راشدین کے زمانے میں۔	۱۴
۷	مولد النبی خلافت بنی اُمیہ میں۔	۱۵
۸	خلافت عباسیہ میں مولد النبی۔	۱۶
۹	ملکہ خیزران کی توجہ۔ مولد النبی کی تعمیر	
۱۰	سلاطین مصر و یمن کی تعمیر مولد النبی	۱۸
۱۱	سلطان سلیمان خاں کی تعمیر۔ مولد النبی پر قبہ	
۱۲	مولد النبی کیلئے سونے کی قندیل۔	۱۹
۱۳	مولد النبی پر بڑا گنبد اور مینار۔	״
۱۴	مولد النبی کے مصارف۔	״
۱۵	مولد النبی میں مدرسہ	״
۱۶	مولد النبی کا پہلا انہدام و تعمیر۔	۲۰
۱۷	مولد النبی چودھویں صدی ہجری میں۔	۲۲
۱۸	مولد النبی کا دوسری مرتبہ انہدام۔	۲۳
۱۹	مولد النبی کے انہدام کی نسبت وہابیوں کے خیالات۔	۲۴
	حصۂ دوم	
	زمانۂ ولادت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	
۲۰	سال ولادت نبی صلعم۔	۲۶
۲۱	ماہ ولادت آنحضرت صلعم۔	۲۸
۲۲	تاریخ ولادت حضور صلعم۔	۲۹
۲۳	روز ولادت آنحضرت صلعم۔	۳۰
۲۴	وقت ولادت آنحضرت صلعم۔	״
۲۵	مولد النبی کی زیارت و جشن میلاد۔	۳۱
۲۶	دسویں صدی ہجری میں جشن میلاد النبی کی نسبت چہ میگوئیاں	۳۴
۲۷	مکہ معظمہ میں جشن میلاد کی نسبت وہابیوں کا خیال	۳۵
۲۸	جشن میلاد کی نسبت اس فقیر کی رائے وہابیوں کو مشورہ	۳۶
۲۹	تحفظ آثار کی نسبت وہابیوں کی خدمت میں عرض	۳۹
۳۰	ضمیمہ۔ مصر میں میلاد النبی۔	۴۰ تا ۵۲

سببِ تالیفِ کتاب

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ

اس زمانے میں جبکہ ہر سلطنت کیلئے غیر مذاہب وغیر اقوام کے بھی آثار قدیمہ کو محفوظ کرنا اُسکی تہذیب و شائستگی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ حکومتِ نجد کا اپنی ہی قوم اور اپنی ہی پیشوایان مذہب کے آثار کو مٹا دینا بظاہر ناقابل تلافی غلطی معلوم ہوتی ہے مگر نجدی حکومت صرف دنیوی حکومت ہی نہیں ہے بلکہ خادم حرمین ہونے کی وجہ سے دینی سلطنت کی حیثیت بھی رکھتی ہے۔ اور اتباع شریعت اپنا فرض جانتی ہے۔ جہاں تک مجھے عقاید وہابیہ کا علم ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ انہدام آثار متبرکہ سے وہابیوں کی غرض نہ مسلمانوں کی دل آزاری ہے نہ اِن سے کوئی انتقام لینا ہے نہ اپنے پیشواؤں کی توہین مقصود ہے۔ بلکہ اس عمل سے اِن کو دنیا میں سوائے بدنامی اور نقصان کے کچھ حاصل نہیں ہے۔ ایسی صورت میں وہابیوں کا آثار قدیمہ کو محفوظ نہ کرکے اُلٹا برباد کر دینا اگر مذہبی نقطۂ نظر سے جائز نہ ہوا تو یہ لوگ دین و دنیا دونوں جگہ بڑے گھاٹے میں رہینگے۔ میں اِس بحث میں پڑنا نہیں چاہتا کہ اِسلام نے پیغمبروں اور بزرگوں کی یادگاروں کی تعظیم کس حد تک جائز رکھی ہے اور آیا صرف اصلی آثار ہی کسی تعظیم کے مستحق ہوتے ہیں یا فرضی و نقلی بلکہ محض منسوب شدہ آثار بھی واجب التعظیم ہو جاتے ہیں خواہ وہ شکل و وضع میں اصل آثار سے کچھ بھی مناسبت نہ رکھتے ہوں۔

وہابیوں پر جو فرد قرارداد جرم لگائی گئی ہے اُس میں دوسرا نمبر حجاز کے آثار متبرکہ کے انہدام کا ہے۔ اِن آثار میں مکان مولد النبی واقع مکہ معظمہ خصوصاً اہل ہند کی نظر میں بڑی عظمت رکھتا تھا۔ اِس کے انہدام پر بعض سیاحانِ حجاز نے اشکباری کی ہے اور ذیحجہ ۱۳۴۵ھ میں

جب اُدھر سے میرا گزر ہوا تھا تو قدرتی طور پر میری آنکھوں میں بھی آنسو بھر آئے تھے "تاریخ مزارات حرمین" کے لکھنے کے بعد میرا ارادہ ہوا تھا کہ حجاز کے تمام آثار متبرکہ کی تاریخ لکھوں مگر اسقدر فرصت نہ ملی تاہم مولد النبی کی اہمیت متقاضی تھی کہ کم از کم صرف اسی کے تاریخی حالات ایک جگہ قلم بند کر دیئے جائیں تاکہ اسکے منہدم کرنے والوں اور اس کے انہدام پر آبدیدہ ہونے والوں کو اسکی کیفیت معلوم ہو جائے۔ اب اللہ تعالیٰ نے مجھے اسکی توفیق دی اور میں نے عربی کی مستند تاریخوں۔ بعض مشہور سیاحانِ حجاز کے عربی۔ انگریزی۔ اُردو سفرناموں اور اپنے ذاتی مشاہدات سے اس کی تکمیل کر دی اور مکانِ ولادت حضور صلعم کی تاریخ کے ساتھ زمانِ ولادت اور اُس جشن میلاد کے بھی مجمل تاریخی حالات لکھدیئے جو ماہ ربیع المنور میں ہر سال اہلِ مکہ اس جگہ منایا کرتے تھے۔

میں اپنی تاریخی تالیفات میں تاریخ نگاری کی حد سے آگے نہیں بڑھتا اور مذہبی مباحث سے دُور رہتا ہوں لیکن اس تالیف میں مجھے اپنی قدیم عادت سے کسیقدر ہٹ جانا پڑا۔ اور ضرورت قومی کے لحاظ سے آپس کے اختلافات مٹانے کے لیے "تحفظ آثار متبرکہ و انعقاد مجالس میلاد" کے بارے میں مجھے وہابیوں کو مشورہ دینا پڑا۔ اُمید ہے کہ میرے وہابی دوست میری اس رائے زنی کو نیک نیتی پر محمول کرینگے اور مجھے آثار پرست و بدعتی کے نام سے یاد نہ فرمائینگے۔ زیادہ حدِ ادب

فقیر الی اللہ

شبّیر

ربیع المنور ۱۳۵۰ھ ہجری

حیدرآباد دکن

تاریخ مولد النبی صلعم

حصۂ اوّل

مکانِ ولادت

مولد النبی کے معنی و مفہوم

مولد کے معنی "مکانِ ولادت" اور "زمانِ ولادت" دونوں ہیں۔ اِس جگہ ہم اولاً اُس مکان کی تاریخ لکھینگے جو مکۂ معظمہ میں حضور سرورِ عالم کی جائے ولادت خیال کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد لفظ "مولد" کے دوسرے معنی کے اعتبار سے مختصراً اُس جشن کا ذکر کرینگے جو آنحضرت صلعم کے زمانِ ولادت کی یادگار میں مکۂ معظمہ میں منایا جاتا تھا۔

مقام ولادت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مولد النبی کا مقام وقوع

مولد النبی کے مقام وقوع کے بارہ میں جو اختلافات وارد ہوئے ہیں اُن کا ذکر ہم بعد میں کرینگے۔ پہلے ہم اُس مکان کا محل وقوع بیان کرتے ہیں جو مکۂ معظمہ میں مسلمہ طور پر مولد النبی تسلیم کیا جاتا ہے۔

مکۂ معظمہ میں بیت اللہ کی جانب جنوب و مشرق باب السلام[۱] سے کوئی تین سو گز کے فاصلہ پر محلہ سوق[۲] اللیل کے متصل آنحضرت صلعم کے والد ماجد حضرت عبد اللہ ابن عبد المطلب کا مکان واقع تھا۔ عام طور پر یہ یقین کیا جاتا ہے کہ آنحضرت اسی مکان میں پیدا ہوئے تھے۔ اسی مکان کی وجہ سے اسکا نام زقاق[۳] المولد مشہور ہو گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ مکان آنحضرت صلعم کی ہجرت کے بعد حضرت عقیل[۴] ابن ابیطالب نے اپنے قبضے میں لے لیا تھا اور اُن کے کسی فرزند نے محمد بن یوسف ثقفی کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا۔ یہ مکان کتب احادیث و تواریخ میں دار محمد[۵] بن یوسف کے نام سے مشہور رہے۔ بحیثیت مولد النبی اس پر جو عمارت تعمیر ہوئی اُس کا ذکر تفصیل کے ساتھ آگے کیا جاتا ہے۔ اس مکان کے حدود اربعہ یہ ہیں۔

جانب مشرق	مکانات
جانب مغرب	کوچۂ نافذہ و بازار
جانب جنوب	کوچۂ نافذہ و درخت حمر[۶]
جانب شمال	کوچۂ نافذہ۔

۱۔ حرم بیت اللہ کا مشہور دروازہ جو جانب مشرق ہے۔ پہلی مرتبہ حاجی اسی دروازے سے داخل حرم ہوتے ہیں۔

۲۔ سوق کے معنی بازار کے یعنی سوق اللیل رات کا بازار۔

۳۔ زقاق۔ گلی کوچہ۔

۴۔ حضرت عقیل ابن ابی طالب حضرت علی کے بڑے بھائی تھے۔ علم الانساب کے بڑے عالم تھے۔ جنگ اُحد کے بعد ایمان لائے۔ آنحضرت کی ہجرت کے بعد خاندان کے بڑے ہونیکی حیثیت سے آنحضرت کے مکان اور بنی ہاشم میں سے جس جس نے ہجرت کی اُن سب کے مکان انھوں نے اپنے قبضہ میں لے لئے تھے۔

۵۔ محمد بن یوسف عرب کے مشہور ظالم حجاج بن یوسف کا بھائی تھا۔ عبد الملک کیطرف سے یمن کا گورنر تھا۔ حجاج خلیفہ عبد الملک کی جانب سے عراق کا گورنر اور اُسکی فوج کا کمانڈر تھا۔ حجاج کی ولادت ۴۱ھ میں اور وفات ۹۵ھ میں ہوئی۔ ثقیف ایک مشہور قبیلہ ہے جو طائف کے نواح میں آباد ہے۔ اس قبیلہ کے عرب ثقفی کہلاتے ہیں۔

۶۔ یہ درخت بیر کے درخت سے مشابہ ہوتا ہے۔ اسمیں سرخ سرخ پھلیاں لگتی ہیں جنکی وجہ سے اسکا نام حمر ہے۔

مولد النبیؐ کے مقام وقوع میں اختلاف

اگرچہ مکہ معظمہ کا سب سے پہلا مورخ ازرقی[1] مشہور مورخ ابن اثیر[2] صاحب اعلام قطب الدین مکی[3] اور ابن ظہیرہ[4] وغیرہ دار محمد بن یوسف ثقفی ہی کو اصلی مکان مولد حضور صلعم تسلیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اہل مکہ کے نزدیک اسمیں کسی کو اختلاف نہیں ہے اور سلف سے خلف تک یہی مکان ولادت گاہ نبی مشہور چلا آرہا ہے مگر بعض مورخین و محدثین کو مکان مولد کے وقوع میں اختلاف بھی ہے مثلاً صاحب کتاب مواہب لدنیہ علامہ قسطلانی[5] لکھتے ہیں:۔

(۱) کوئی کہتا ہے کہ آنحضرت کی ولادت بمقام مکہ اس مکان میں ہوئی جو محمد بن یوسف ثقفی کا کہلاتا ہے اور جو زقاق (کوچہ) مولد میں واقع ہے۔

(۲) بعض کہتے ہیں کہ آپ شعب بنی ہاشم میں تولد ہوئے۔

(۳) بعض نے مکان محمد بن یوسف ثقفی کو (کوہ) صفا کے قریب بتایا ہے اور کہتے ہیں

---

[1] ۔ ابی الولید محمد عبداللہ الازرقی جن کی تاریخ اخبار مکہ تیسری صدی ہجری کی تالیف ۱۸۵۸ء میں جرمنی میں طبع ہوئی ہے۔

[2] ۔ اسکی "تاریخ کامل" بہت مستند کتاب ہے جس کی بعض جلدوں کا ترجمہ عبدالغفور خاں صاحب رام پوری نے اردو میں بھی کیا ہے۔

[3] ۔ قطب الدین مکی کی تاریخ الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام بہت مشہور ہے۔ یہ کتاب ۹۸۵ھ ہجری کی تالیف ہے مصر میں چھپی ہے۔

[4] ۔ جمال الدین محمد بن جار اللہ مؤلف جامع اللطیف تالیف ۱۰۱۹ھ مطبوعہ مصر۔

[5] ۔ احمد بن محمد القسطلانی المصری۔ ان کی ولادت ۸۵۱ھ ہجری میں بمقام قسطلان واقع مصر ہوئی اور ۹۲۳ھ ہجری میں بمقام قاہرہ وفات ہوئی ان کی تصنیفات میں مواہب اللدنیہ سیرت نبی میں بہت مشہور ہے یہ ایک جامع کتاب ہے اور ضعیف و قوی ہر قسم کی روایات پر مشتمل ہے۔

کہ اسکو زبیدہ[1] خاتون زوجۂ ہارون الرشید[2] نے جبکہ وہ حج کو آئی تھی بنوایا تھا۔ صفا اور شعب کے درمیان بہت فاصلہ ہے۔ شعب مکے کے مشرق میں ہے۔ لوگ اسکی زیارت کے لیئے جاتے ہیں۔

(۴) بعض کے نزدیک آپ کا مولد مقام رَدْم واقع مکہ ہے۔

(۵) یہ بھی روایت ہے کہ آپ کی ولادت بمقام عسفان ہوئی۔

(مواہب اللدنیہ علامۂ قسطلانی و شرح مواہب علامۂ زرقانی[3] عربی جلد اول مطبوعۂ مصر صفحہ ۱۶۱)

مذکورۂ بالا پانچوں مقامات کے محل وقوع ملاحظہ ہوں۔

(الف) پہلا مقام مکان محمد بن یوسف ثقفی واقع زقاق مولد تو وہی مکان ہے جو اصلی مولد تصور کیا جاتا ہے اور جس کا محل وقوع بیشتر تحریر کیا جا چکا ہے یعنی بیت اللہ کے جنوب و مشرق میں باب السلام سے کوئی تین سو گز کے فاصلے پر۔

(ب) دوسرا مقام شعب بنی ہاشم ہے۔ یہ جگہ زقاق مولد یعنی مسلمہ مولد سے کوئی ڈیڑھ کوس پر مکۂ معظمہ کے جنوبی و مشرقی گوشہ میں واقع ہے۔ شعب بنی ہاشم کا دوسرا نام شعب ابیطالب بھی ہے۔ یہ وہی مقام ہے جہاں آنحضرت اور پچیس تیس ابتدائی مسلمان کفار قریش کے مظالم سے تنگ آکر جا رہے تھے[4]۔

---

[1] ام جعفر زبیدہ بنت جعفر خلیفہ ہارون الرشید کی زوجہ تھی ۱۶۵ھ میں ہارون الرشید سے اسکا عقد ہوا تھا۔ بڑی بافیض ملکہ تھی نہر زبیدہ مکہ معظمہ میں اسکی یادگار ہے جس سے کروڑوں آدمی سیراب ہو چکے ہیں۔

[2] ہارون الرشید کا عہد خلافت ۱۷۰ھ سے ۱۹۳ھ تک ہے۔

[3] محمد بن عبد الباقی زرقانی المتوفی ۱۱۲۲ھ انکی تالیفات میں شرح موطا اور شرح مواہب اللدنیہ ہے

[4] ۷ بعثت میں کفار قریش نے جب یہ دیکھا کہ آنحضرت کسیطرح اپنے ارادۂ تبلیغ سے روکے نہیں جا سکتے تو انھوں نے باتفاق یہ تحریری معاہدہ کر کے کہ مسلمانوں سے ترک موالات کر دیا جائے اور انکے ساتھ خرید فروخت شادی بیاہ کسی قسم کا معاملہ نہ کیا جائے۔ بیت اللہ میں معاہدہ آویزاں کر دیا۔ اہل مکہ کا یہ عمل دیکھکر مجبوراً آنحضرت اور انکے ساتھی شعب بنی ہاشم میں جا رہے اور ڈھائی تین سال تک وہاں فروکش رہے یہ زمانہ مسلمانوں کیلئے زبردست مصیبت و امتحان کا تھا۔ فاقے پر فاقے گزر جاتے تھے اور بعض وقت درختوں کے پتے کھا کر بسر کرتے تھے۔ یہ شعب حضرت ابیطالب کی اراضی تھی جسمیں ایک گھاٹی کے اندر مسلمان محصور تھے تین برس تک یہ حالت رہی آخر بعض اہل مکہ کو شرم و غیرت آئی۔ انھوں نے معاہدہ پھاڑ کر پھینکدیا اور آنحضرت و صحابہ شعب سے باہر آئے۔

(ج) تیسرا مقام وہی مکان محمد بن یوسف ہے مگر اسکا محل وقوع بجائے زقاق مولد کے صفا[1]
قرار دیا ہے۔ صفا و زقاق مولد کے درمیان کوئی آدھ کوس کا فاصلہ ہے۔
(د) چوتھی جگہ جہاں مولد کی نشاندہی کی گئی ہے وہ مقام ردم[2] ہے یہ مقام مسلمہ مولد النبی سے
کوئی ایک کوس پر قبرستان معلی[3] کے قریب ہے۔
(ھ) عسفان مکہ معظمہ سے اٹھارہ کوس مدینے کے رستے میں تیسری منزل ہے چھوٹی سی آبادی ہے
عیاشی نے بھی جنھوں نے ۱۰۵۹ھ و ۱۰۶۴ھ ہجری میں سفر حج کیا تھا اپنے سفرنامے میں مذکورہ
بالا اختلافات تحریر کیئے ہیں۔ (رحلۃ العیاشی عربی مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۲۲۵)
جمال الدین محمد جار اللہ مکی نے مکان دار یوسف واقع سوق اللیل کو اصلی مولد النبی تسلیم کرتے ہوئے

---

[1] ۔ صفا۔ بیت اللہ سے جانب جنوب ایک پہاڑی ہے کسی زمانہ میں بلند ہوگی اب زمین کی برابر ہوگئی ہے۔
اس کے اور بیت اللہ کے درمیان ایک سڑک حائل ہے۔ بیت اللہ کے باب الصفا سے آمدورفت ہوتی ہے
آج کل یہاں مکانات اور دکانیں ہیں۔ حج میں سعی اسی جگہ سے شروع اور مروہ پہاڑی پر ختم کی جاتی ہے۔
دونوں پہاڑیوں کے درمیان کوئی پانچسو قدم کا فاصلہ ہے۔ حضرت ہاجرہ پانی کی تلاش میں اسی وادی میں
دوڑی تھیں۔ اُن کی یادگار میں حاجی بھی تیز قدمی سے چلتے ہیں جس کا نام سعی ہے۔ قرآن مجید میں صفا و مروہ کو
"شعائر اللہ" یعنی خدا کی عبادت کرنیکے مقام کہا گیا ہے۔

[2] ۔ اس کا دوسرا نام مدعیٰ بھی ہے یعنی دعا مانگنے کی جگہ۔ یہاں سے بیت اللہ نظر آتا ہے۔ لوگ اسے دیکھکر
دعا مانگتے ہیں اس وجہ سے اس کا یہ نام پڑ گیا ہے۔ حضرت عمر کے زمانہ میں یہاں پانی کی روک کے لیئے ایک
ردم یعنی پشتہ تعمیر کیا گیا تھا اس وجہ سے یہ مقام ردم کے نام سے مشہور ہوگیا۔ بعض کہتے ہیں یہاں کچھ
لوگ بنی جمح کے قتل کیئے گئے تھے اور اُن کی لاشوں پر ردم کیا گیا تھا یعنی مٹی ڈالی گئی تھی اسوجہ سے اس کا
یہ نام ہوگیا۔

[3] ۔ قبرستان معلی کو جنت المعلےٰ کہتے ہیں۔ یہ مکہ معظمہ کا مشہور قبرستان ہے جس میں آنحضرت کے اجداد
اور بہت سے صحابہ وغیرہ دفن ہیں۔ اسطرف کی زمین بلند ہونے کی وجہ سے اس محلہ کو بھی معلےٰ کہتے ہیں۔ یہ بیت اللہ سے
ایک کوس ہے۔ تفصیلی حالات اس قبرستان کے اور یہاں کے مدفونین کے خاکسار شبیر کی تاریخ مزارات حرمین میں ملاحظہ ہوں۔

بحوالۂ مغلطائی[۱] یہ لکھا ہے کہ

بمقام شعب وردم دعسفان بھی مولد النبی بیان کیا گیا ہے۔ نیز دار محمد بن یوسف واقع صفا والی روایت کو جس کا ذکر سہیلی[۲] نے کیا ہے وہ بہت ضعیف قرار دیتے ہیں۔ (جامع اللطیف عربی مطبوعۂ مصر صفحہ ۲۲۶ و ۲۲۷)۔

یہ امر ملحوظ رہے کہ بجز مکان محمد بن یوسف واقع زقاق المولد متصل سوق اللیل کے مکان واقع ردم وعسفان کی نسبت ایسی کوئی روایت میری نظر سے نہیں گزری کہ لوگ اُن مقامات پر مولد النبی کی زیارت کے لیئے جایا کرتے تھے یا وہاں کوئی عمارت مولد کی یادگار میں کبھی بنائی گئی تھی۔ البتہ مکان واقع شعب بنی ہاشم کی نسبت علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں لکھتے ہیں کہ:۔

"وہاں لوگ زیارت کے واسطے جاتے ہیں۔"

یہ کیفیت گیارہویں صدی ہجری کی ہے لیکن اب ہمارے زمانے میں اس محلے میں کوئی مکان مولد النبی کے نام سے موسوم نہیں ہے۔

مولد النبی کی اصلیت میں شبہ

اگرچہ مولد النبی کی نسبت مختلف مقامات پر نشاندہی کرنے سے ہر شخص کو مسلمہ مولد النبی کی نسبت شبہ ہو سکتا ہے۔ لیکن آپ سے کوئی تین سو برس قبل ایک عرب سیاح کو جو اس بارہ میں شک ہوا تھا اُس کا یہاں اعادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ عیاشی جنہوں نے ۱۰۵۹ھ و ۱۰۶۴ھ ہجری میں حج کیا تھا اپنے سفرنامے میں مکان مولد النبی واقع سوق اللیل کی نسبت جو اصلی ولادت گاہ حضور صلعم سمجھا جاتا ہے شبہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"تعجب ہے کہ اس مکان میں آنحضرت کی جائے ولادت ظاہر کرنے کے لیئے ایک پلنگ کی برابر ایک جگہ کا تعین بھی کر دیا ہے اور اسے موضع ولادت

---

[۱] امام علاؤالدین بن قلیج بن عبداللہ مصری مغلطائی مورخ و محدث ہیں۔ ان کی تالیفات بکثرت ہیں جن میں شرح ابن ماجہ اور شرح ابی داؤد ہے۔ نیز ان کی سیرۃ النبویہ مشہور ہے۔ ان کی ولادت ۶۸۹ھ ہجری میں اور وفات ۷۶۲ھ ہجری میں ہوئی۔

[۲] سہیلی۔ ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ مراکشی ولادت ۵۰۸ھ ہجری وفات ۵۸۱ھ ہجری مورخ و محدث ہیں۔ انہوں نے آنحضرت کی سیرۃ مولفہ ابن ہشام کی شرح لکھی ہے جس کا نام روض الالف ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے ہیں۔ میرے نزدیک اس اختلاف کے لحاظ سے کہ آنحضرت کی ولادت مکے میں ہوئی یا باہر۔ کہ اس قسم کا تعین بہت ہی بعید از قیاس ہے۔ اول تو یہ امر ہی تصفیہ طلب ہے کہ آیا آپ مکہ میں تولد ہوئے یا کسی اور جگہ۔ اگر مکہ میں پیدا ہوئے تو کس محلے میں۔ اور اُس محلے کے کس مکان میں۔ جب مکان کا تعین ہو جائے تو پھر یہ سوال باقی رہتا ہے کہ اُس مکان کے کس حصے میں ولادت ہوئی۔ مدت دراز گزر جانے۔ زمانے کے پلٹا کھانے اور آثار کے معدوم ہو جانے کے بعد ان باتوں کا پتہ لگنا غیر ممکن ہے۔ اسکے ساتھ یہ بات بھی خصوصیت کے ساتھ قابل غور ہے کہ آنحضرت کی ولادت زمانۂ جاہلیت میں ہوئی تھی۔ اُسوقت ان امکنہ کی حفاظت کرنے والا کون تھا۔ اور کسکو غرض تھی کہ ان کی حفاظت کرتا۔ یہ تو جاہلیت کی کیفیت تھی اب اسلام کی حالت ملاحظہ فرمائیے۔ صحابہ و تابعین کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بزرگوار اُن مکانات و مقامات کے تعین و تحفظ میں جن کا تعلق عمل شرعی سے نہ ہوتا تھا مطلق توجہ نہیں فرماتے تھے۔ البتہ حفاظت شریعت میں وہ جان لڑا دیتے تھے اور زبان و سنان سے ہر طرح کوشش فرماتے تھے۔ یہی سبب ہے کہ زمانۂ اسلام کے واقعات کے آثار یعنی آنحضرت کی مسجدیں۔ وہ مقامات جہاں آنحضرت نے جہاد کیا۔ بہت سے صحابہ کی قبریں اور بہت سی بڑی بڑی یادگاریں سب مٹ گئیں۔ اسی پر اُن مکانات کا قیاس فرما لیجئے جن میں زمانۂ جاہلیت میں کوئی واقعہ پیش آیا تھا۔

سلہ۔ علامہ عیاشی کا یہ بیان صحیح ہے۔ حجاز کی تاریخوں پر جب نظر ڈالی جاتی ہے اور صحابہ و اہل بیت کے مزارات تلاش کیے جاتے ہیں یا آنحضرت صلعم سے نسبت رکھنے والی یادگاروں کی جستجو کی جاتی ہے تو اس بیان کا پورا پورا ثبوت مل جاتا ہے۔ ۱۳۲۵ھ ہجری کے سفر حجاز میں مجھے اس کا بہت تجربہ ہو چکا ہے۔

اور اُس وقت اُن مکانوں سے کسیکو کوئی دلچسپی بھی نہ تھی مثلاً مولدِ علی[۱] ؑ
مولدِ عمر[۲] ؓ - مولدِ فاطمہ[۳] ؑ - حالانکہ یہ سب مکان اہل مکہ کے نزدیک

ف[۱] - حضرت علیؑ کا مولد خانۂ کعبہ بیان کیا جاتا ہے مگر جبل ابوقبیس کے پیچھے جو شعب ہے اور جسے شعب علیؑ کہتے ہیں وہاں بھی مولد ظاہر کیا گیا تھا - قطب الدین مکی کہتے ہیں کہ یہاں ایک مسجد تھی اور مولد کی زیارت کی جاتی تھی اس وقت (سنہ ۹۸۵ ہجری) مولد منہدم ہے - (الاعلام عربی مطبوعۂ مصر صفحہ ۱۹۹)

چودھویں صدی ہجری میں یہ مولد پھر نمودار ہو گیا - چنانچہ اسکی نسبت عبدالرحیم صاحب بنگلوری تحریر کرتے ہیں :-
یہ مولد ایک بلند قبے کے اندر نشیبی جگہ واقع ہے - یہاں ایک کٹہرا بنا کر اُسپر ایک چھوٹا سا قبہ بنایا گیا ہے - مکان بالکل سنگ مرمر کا ہے - نیچے اوپر دیواروں پر ہر جگہ سنگ مرمر ہی جڑا ہوا ہے - فرش استنبولی قالینوں کا ہے - کسی نیک دل اہل تشیع نے یہ سنگ مرمر لگا دیا ہے - (سفر حرمین شریفین صفحہ ۱۹۴)
سنہ ۱۳۴۵ ہجری میں اس فقیر نے یہ مولد منہدم پایا -

ف[۲] - مولد عمرؓ بیت اللہ سے جانب غرب محلہ مسفلہ میں جبل کی بلندی پر واقع ہے - تقی الدین فاسی سنہ ۸۲۰ ہجری میں اسکی نسبت کہتے ہیں کہ اُن کے دادا بعض دوستوں کے ساتھ ہر سال ربیع الاول کی چودھویں تاریخ زیارت کیلئے جایا کرتے تھے - (شفاء الغرام) قطب الدین مکی کہتے ہیں کہ بعض فقراء آجتک (سنہ ۹۸۵ ہجری) ہر مہینے کی چودھویں تاریخ شب بیداری و ذکر و شغل کے لیئے جمع ہوا کرتے ہیں (الاعلام عربی مطبوعۂ مصر صفحہ ۱۹۹)
چودھویں صدی ہجری میں یہاں صرف ایک چبوترہ تھا جس کی زیارت کی جاتی تھی (سفر حرمین الشریفین صفحہ ۱۹۴)

ف[۳] - مولد فاطمہؑ یا دار خدیجہ مکہ میں بہت بڑی زیارت گاہ تھی - قطب الدین کہتے ہیں کہ آنحضرت کے تمام صاحبزادے اور صاحبزادیاں اسی مکان میں پیدا ہوئی تھیں - ہجرت تک آنحضرت اس مکان میں مقیم تھے - اسکے بعد عقیل بن ابیطالب نے اسے لے لیا اُن سے امیر معاویہ نے خریدا اور وہاں ایک مسجد بنوائی (تاریخ ازرقی) اسکے بعد خلیفہ ناصر لدین اللہ کے زمانے میں (تخمیناً سنہ ۶۰۰ ہجری میں) اسکی تعمیر ہوئی - پھر اشرف شعبان سلطان مصر نے اسکی تعمیر کرائی پھر ملک مظفر حاکم یمن نے (سنہ ۶۴۷ تا سنہ ۶۹۴) اسے بنوایا پھر سلطان سلیمان خاں نے سنہ ۹۳۵ ہجری میں اسکی تعمیر کا حکم دیا اور اسپر ایک گنبد بنوایا اور مسجد تعمیر ہوئی - ہر جمعہ کو بعد نماز عصر فقراء یہاں ذکر کے لیئے جمع ہوتے ہیں اور سہ شنبہ کی رات کو عشا کیوقت سے صبح تک ذکر و شغل میں مصروف رہتے ہیں (الاعلام عربی مطبوعۂ مصر صفحہ ۱۹۵ و ۱۹۶)
چودھویں صدی کے سیاح لکھتے ہیں کہ مولد فاطمہؑ زمین سے کسیقدر نیچے ہے چھ سیڑھیاں اُتر کر پہنچتے ہیں -

(بقیہ بر صفحۂ مابعد)

مشہور رہیں اور وہ کہتے ہیں کہ یہ فلاں کا مولد ہے اور وہ فلاں کا مولد ہی[۱] آنحضرت صلعم کے مولد کی نسبت تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ان کی ولادت کی رات کو اس مکان میں معجزات[۲] ظاہر ہوئے تھے اور بعض اہل جاہلیت کو بھی اُن کی اطلاع ہوئی ہتی مگر یہ قیاس اُن لوگوں کی ولادت گاہوں کی نسبت نہیں کیا جا سکتا جو وقت ولادت مشہور و معروف نہ تھے۔ ہاں صاحب واقعہ یا اُس کے گھر والوں کی اشارہ میں اگر کوئی روایت ہو تو اور بات ہے "

مولد النبی آنحضرت کی عہد میں

تاریخوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت کا زمانہ شیرخوارگی وطفولیت تقریباً چھ سال قبیلۂ بنی سعد[۳] میں حضرت حلیمہ سعدیہ کے پاس گزرا۔ اسکے بعد دو سال آنحضرت اپنے دادا حضرت عبد المطلب کے

(تکملہ حاشیہ صفحۂ ماقبل) مولد پر ایک قبہ بنا ہوا ہے۔ ایک گول پتھر اُس قبے کے اندر نصب ہی کہتے ہیں کہ یہی مولد جنابۂ سیدہ ہی اسکے پیچھے حضرت فاطمہ کی چکی رکھی ہوئی ہتی۔ مورخ اسکو بے اصل سمجھتے ہتے (سفرنامہ خدیو عباس حلمی پاشا مطبوعۂ مصر)

لہ۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اہل مکہ نے حاجیوں کو خوش کرنیکے لیے بعض مشہور اصحاب کے مولد تیار کر لیئے تھے۔ چنانچہ قطب الدین مکی کی تاریخ میں مولد امیر حمزہؓ و مولد حضرت جعفر صادقؑ کی بھی نشاندہی کی گئی ہی۔ ہمارے زمانے میں وہ باقی نہیں رہے لطف یہ ہی کہ ابن جبیر نے اپنے سفرنامی مولفہ ۵۸۰ھ میں مولد حسنین کا ذکر بھی مکے میں کیا ہے حالانکہ امام حسن و امام حسین علیہم السلام مدینے میں پیدا ہوئے تھے۔ ابن جبیر کے وقت یہ مقام مکہ معظمہ میں بڑی زیارت گاہ تھا۔ مگر قطب الدین مکی نے ۹۸۵ھ ہجری میں اسکا ذکر نہیں کیا۔ اسوقت تک غالباً باقی نہ رہا ہوگا۔ چودھویں صدی کے سیاح بھی اسکا کوئی ذکر نہیں کرتے۔ میں نے بھی اپنے سفر حجاز میں اسکا کوئی ذکر کسی سے نہ سنا اور باوجود استفسار کے کوئی بتا سکا

۲ہ۔ مثلاً حضرت آمنہ کو ایسی روشنی نظر آئی جس سے شہر بصریٰ واقع شام کے مکانات دکھائی دیئے یا کعبے کے بتوں کا اوندھے گر پڑنا اور فرشتوں کا دروازے پر مجمع اور بعض دوسرے معجزے۔

۳ہ۔ طائف کے جنوب و مشرق میں قبیلۂ بنی سعد جسے قبیلۂ ہوازن بھی کہتے ہیں رہا کرتا تھا حضرت حلیمہ سعدیہ آنحضرت کی انّا اسی قبیلہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ فتح مکہ سے قبل انکی وفات ہو چکی ہتی۔ حضرت حلیمہ کے مزار کی نشاندہی سے مدینے کے تمام قدیم مورخ ساکت ہیں۔ البتہ چودھویں صدی ہجری میں مدینے کے مشہور قبرستان میں ان کی قبر نمودار ہو گئی۔ اس گنہگار نے بھی ۱۳۲۵ھ ہجری میں اسکی زیارت کی تھی۔

پاس رہے پھر آٹھ سال کی عمر سے جوانی تک آنحضرت اپنے چچا حضرت ابوطالب کے مکان میں جسکا وقوع محلہ شعب بنی ہاشم بیان کیا جاتا ہی سکونت پذیر رہے۔ حضرت خدیجہؓ سے عقد کے بعد آپ نے انھیں کے مکان[1] واقع محلہ زقاق[2] الحجر میں

[1] ۔ حضرت خدیجہؓ کا مکان مولد فاطمہ کے نام سے بھی مشہور رہی۔ چنانچہ اس کا مختصر ذکر اوپر مولد فاطمہ کے ضمن میں کیا جاچکا ہے اسکی مکانیت کی کیفیت ہم مرآۃ الحرمین سے ترجمہ کرکے درج کرتے ہیں اور ایک نقشہ بھی دیتے ہیں جو اسی کتاب سے لیا گیا ہے۔ محلۂ زقاق الحجر میں یہ مکان سرِراہ واقع ہے۔ چھ سیڑھیاں اُتر کر اُس میں داخل ہوتے ہیں۔ سامنے صحن ہے جس کے بائیں جانب ایک چبوترہ ہے۔ یہاں مکتب ہے بچے قرآن شریف پڑھتے ہیں۔ اس چبوترہ کے بائیں جانب ایک دروازے میں سے تین سیڑھیاں چڑھکر دو گز چوڑے رستے میں پہونچتے ہیں۔ اس کے تین دروازے ہیں۔ بائیں جانب کا دروازہ ایک کوٹھری میں کھلتا ہے جو کوئی تین گز لمبی اور اس سے بھی کم چوڑی ہے۔ یہاں آنحضرت نماز پڑھا کرتے تھے۔ اسکے بائیں جانب ایک جگہ ہے وہ آنحضرت کا وضوخانہ کہلاتا ہے۔ صحن کے سامنے ایک بڑا دروازہ اُس مکان میں کھلتا ہے جس میں حضرت خدیجہ سکونت رکھتی تھیں۔ اس کی لمبائی چھ گز۔ چوڑائی چار گز ہے۔ اس کے دائیں جانب ایک دروازہ اُس کوٹھری کا ہے جو حضرت فاطمہ کا مولد کہلاتا ہے اس کی لمبائی سات گز۔ چوڑائی چار گز ہے۔ یہاں ایک قبہ بنا ہوا ہے جہاں حضرت فاطمہ پیدا ہوئی تھیں۔ (ایک گول پتھر چکی کے پاٹ کے مانند اس قبہ کے اندر نصب ہے۔ کہتے ہیں کہ یہی جائے ولادت حضرت فاطمۂ زہرا ہے) بائیں جانب ایک کمرہ بڑا اور ہے جو مردانہ نشست گاہ کا کام دیتا تھا۔ صحن میں سے اُس مکان میں پہونچتے ہیں۔ جہاں حضرت خدیجہ کا سامان تجارت رکھا جاتا تھا۔ ۱۳۴۵ھ ہجری میں حضرت خدیجہ کا مکان میں نے منہدم پایا توضیحاً نقشۂ ذیل ملاحظہ ہو۔

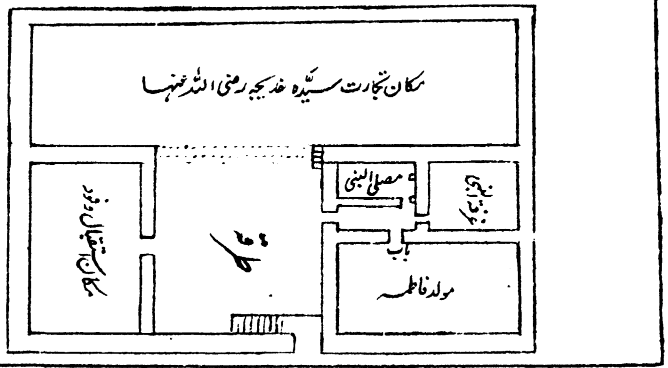

مرآۃ الحرمین مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ (۱۸۹)

[2] زقاق کے معنی گلی کے ہیں۔ اس گلی میں ایک پتھر حضرت خدیجہ رضہ کے مکان میں لگا ہوا تھا جسکی نسبت یہ مشہور رہی کہ وہ آنحضرتؐ کو سلام کیا کرتا تھا۔ اسوجہ سے اس گلی کا یہ نام ہوگیا۔

سکونت اختیار فرمائی۔ اور پچیس سال کی عمر سے ہجرت تک جبکہ سنِ شریف (۵۲) سال کا تھا آپ اسی مکان میں تشریف فرما رہے۔ اِس تمام عرصہ مدت میں یعنی وقتِ ولادت سے ہجرت تک مکان مولد النبی کا بہ حیثیت زیارت گاہ کے کوئی ذکر احادیث یا تواریخ میں نہیں پایا جاتا۔ ہجرت کے بعد چار مرتبہ آنحضرت کا مکہ معظمہ تشریف لانا ہوا۔ ایک تو ۶ھ ہجری میں بغرض ادائی عمرہ[۵۱] مگر کفار قریش نے آپ کو مکے میں داخل نہ ہونے دیا اور مقام حدیبیہ[۵۲] پر جو مکے سے نو میل ہے قیام فرما کر بلا عمرہ

۵۱۔ حج کے بعض مناسک ادا کرنے کا نام عمرہ ہے۔ اسکو چھوٹا حج بھی کہتے ہیں۔ بعض اسکی ادائی فرض اور بعض واجب سمجھتے ہیں۔ سوائے حج کے خاص ایام کے باقی تمام سال میں عمرہ ادا کیا جا سکتا ہے۔ احرام۔ سعی وطواف اور حجامت بنوانا عمرہ کے ارکان ہیں۔ بعض قربانی بھی کرتے ہیں۔ ماہ رجب میں عمرہ کا بڑا ثواب ہے۔ حج سے قبل مکے میں داخل ہوکر ہر حاجی کو عمرہ کرنا پڑتا ہے۔ حج ختم ہو جانیکے بعد بھی عموماً حجاج عمرہ کرتے ہیں۔ مکے سے ڈھائی کوس ایک مقام تنعیم ہے جہاں ایک مسجد بنی ہوئی ہے اسے مسجد عائشہ کہتے ہیں وہاں سے احرام باندھکر آتے ہیں اور سعی وطواف کرتے ہیں۔ لانے لیجانے کیلیے گاڑیاں۔ گدھے اور موٹریں ملتی ہیں۔

۵۲۔ جدے سے مکے جاتے وقت دائیں جانب حدیبیہ ملتا ہے۔ یہاں ایک سنگین مسجد اور ایک پختہ کنواں سلطان محمود خاں کا تعمیر کردہ موجود ہے۔ اس مسجد کو مسجد شمیسیہ۔ مسجد الشجرہ اور مسجد بیعت بھی کہتے ہیں شمیسی ایک قسم کا نیلے رنگ کا پتھر مکے میں ہوتا ہے۔ یہ اسی پتھر سے تعمیر کی گئی ہے۔ مسجد بیعت اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ اُس جگہ تعمیر کیگئی ہے جہاں وہ درخت تھا جس کے نیچے بیٹھکر آنحضرت نے مسلمانوں سے مرنے مارنے پر بیعت لی تھی۔ اسیوجہ سے مسجد الشجرہ بھی اس کا نام ہے۔ اِس درخت کا ذکر قرآن مجید میں ان الفاظ میں آیا ہے لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ الّتی۔ یعنی اللہ اُن مسلمانوں سے خوش ہوا جنہوں نے تجھسے اس درخت کے نیچے بیعت کی۔ مسلمان اِس درخت اور اِس مقام کو بڑا مبارک سمجھنے لگے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس جگہ اُنکی نسبت اظہار خوشنودی فرمایا تھا۔ بعض لوگ آتے جاتے یہاں بیٹھ جاتے اور دو رکعت نماز نفل پڑھ لیتے تھے۔ حضرت عمر نے اس خیال سے کہ آئندہ چل کر مسلمان شجر پرست نہ بن جائیں اور اس کے پتے پھل۔ پھول۔ چھال۔ بیخ تبرک بنا بنا کر نہ لے جانے لگیں اسکو کاٹ ڈالا۔ میں نے ۱۳۴۵ھ ہجری میں اس مقام کی زیارت کی تھی۔ مسجد ۱۲۵۴ھ ہجری کی تعمیر کردہ ہے۔ کنوے کا پانی بھی اچھا ہے۔ ایک چائے خانہ بھی ہے۔ تقی الدین فاسی کے زمانے میں یعنی اوائل نویں صدی ہجری میں یہ مسجد اور حدیبیہ کے مقام لاپتہ تھے (توضیحاً ملاحظہ ہو خلاصہ شفاء الغرام عربی مطبوعہ جرمنی صفحہ ۱۲۳)۔

مجبوراً والیس ہو گئے[۱]۔ دوسری مرتبہ ۷؁ ہجری میں بغرض ادائی عمرہ قضاً[۲] تشریف لائے اور صرف تین دن مکے میں قیام فرمایا مگر اس دفعہ بھی کسی مکان میں قیام کرنے کا پتہ نہیں چلتا۔ تیسری مرتبہ ۸؁ ہجری میں بہ حیثیت فاتح مکہ آپ تشریف لائے مگر اس موقع پر بھی مکے کے کسی مکان میں قیام نہ کیا۔ اس بارہ میں ازرقی لکھتا ہے کہ:۔

"ہجرت کے بعد آنحضرت نے مکے کے گھروں میں داخل ہونا ترک فرما دیا تھا"

(تاریخ ازرقی عربی مطبوعہ جرمنی صفحہ ۳۸۶)

اسیطرح ایک اور روایت نقل کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے کہ مدینے میں سکونت کے بعد آنحضرت مکے کے مکانوں میں کبھی داخل نہ ہوئے۔ (ازرقی صفحہ ۳۸۶)

ازرقی نے حدیث ذیل نقل کی ہے جس سے ظاہر ہے کہ فتح مکہ کے وقت آنحضرت مقام حجون[۳] میں تشریف فرما ہوئے تھے۔

"یوم فتح لوگوں نے آنحضرت سے عرض کیا کہ آپ اپنے مکان واقع شعب میں قیام فرمائینگے؟ آپ نے فرمایا عقیل نے ہمارے لیئے کوئی مکان چھوڑا بھی ہے (کہتے ہیں کہ آنحضرت کی ہجرت کے بعد حضرت عقیلؓ بن ابی طالبؓ نے آنحضرت کا مکان اور

۱؎۔ اسوقت آنحضرت کے ساتھ کوئی ڈیڑھ ہزار مسلمان تھے اور انھوں نے ایک درخت کے نیچے جو حدیبیہ میں تھا آنحضرت کے ہاتھ پر مرنے مارنیکے لیئے بیعت کی تھی جسپر اللہ تعالیٰ نے خوشنودی کا سرٹیفکیٹ عطا کیا اور اسیوجہ سے یہ بیعت بیعت رضوان کہلاتی ہے یعنی بیعت خوشنودی خدا مگر اسوقت کفار سے لڑنیکی نوبت نہ آئی اور صلح کے بعد آنحضرت مدینے والیس ہو گئے۔ یہ صلح اور اسکے شرائط تاریخ اسلام میں خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ بظاہر ان شرائط کی رو سے مسلمانوں کی شکست معلوم ہو رہی تھی مگر اصل میں وہی اسباب فتح تھے۔ بالآخر مکہ مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔

۲؎۔ صلحنامہ حدیبیہ کی ایک شرط یہ بھی کہ مسلمان اس سال عمرہ نہ کریں۔ سال آیندہ آئیں مگر تین دن سے زیادہ نہ ٹھہریں۔ چنانچہ آنحضرت دوسرے سال عمرہ کے لیئے تشریف لائے تھے یہ عمرہ عمرة القضا کہلاتا ہے۔

۳؎۔ مکہ معظمہ میں جنت المعلےٰ کے سامنے کا بلند پہاڑی حصہ حجون کہلاتا ہے۔ یہاں بھی قبرستان ہے۔ جسکی وجہ سے اسکو مقبرہ حجون بھی کہتے ہیں۔

اپنے بھائی بندوں کے مکانات اور بنی ہاشم میں سے جن جن لوگوں نے ہجرت
کی اُن سب کے گھر فروخت کر دیئے تھے پھر اصحاب نے عرض کیا کہ آپ کے
مکان کے سوا مکے کے دوسرے مکان موجود ہیں۔ ان میں قیام فرمائیے۔
آنحضرت نے انکار فرما دیا اور آپ مقام حجون میں ٹھہرے کسی مکان میں
نہیں بلکہ ڈیرے ڈال کر مقیم ہوئے۔ اور حجون سے نماز کے لئے مسجد میں
تشریف لاتے تھے۔ (ازرقی صفحہ ۳۸۶)

ایک اور حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ فتح مکہ کے دن آنحضرت حجون میں ٹھہرے تھے اور ہر نماز
کے لیئے وہاں سے تشریف لاتے تھے۔ (تاریخ ازرقی عربی مطبوعہ جرمنی صفحہ ۳۸۶ و ۳۹۰)۔
چوتھی مرتبہ سنلہ ہجری میں آنحضرت حجۃ[۵۱] الوداع میں مکہ معظمہ تشریف لائے تھے۔ اس دفعہ بھی
مکہ معظمہ میں آپ نہ اپنے مکان میں ٹھہرے اور نہ کسی اور کے مکان میں۔ (تاریخ ازرقی عربی مطبوعہ جرمنی ص۴۲)
اس مرتبہ کے قیام کی نسبت ایک حدیث اسامہ[۵۲] بن زید سے وارد ہوئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔
اسامہ بن زید کہتے ہیں کہ حج کے موقع پر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کل آپ
کس جگہ قیام فرمائینگے؟ آپ نے فرمایا عقیل نے ہمارے لیئے کوئی مکان چھوڑا بھی ہے
انشاء اللہ کل ہم خیف[۵۳] بنی کنانہ یعنی محصب[۵۴] میں قیام کرینگے (تاریخ ازرقی عربی مطبوعہ

۵۱۔ وفات سے تین چار مہینے قبل جو حج آپ نے کیا تھا وہ حجۃ الوداع کہلاتا ہے اسمیں آپ نے اسطرح نصیحت و وصیت
فرمائی تھی گویا اپنی امت سے رخصت ہو رہے ہیں اور مسلمانوں کو الوداع کہہ رہے ہیں اس وجہ سے اس حج کو حجۃ الوداع کہتے ہیں۔
۵۲۔ اُسامہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ یہ آنحضرت کے غلام زید بن حارثہ کے فرزند تھے آنحضرت کو ان سے بیحد محبت تھی صفر سنہ ۱۱ ہجری
میں رومیوں پر چڑھائی کرنیکے لیئے آنحضرت نے جو زبردست لشکر تیار کیا تھا اُسکی سپہ سالاری باوجود کم عمری کے انھیں کو
دی تھی۔ ان کی وفات مدینے میں سنہ ۵۴ ہجری میں ہوئی۔
۵۳۔ خیف کے معنی گھاٹی یا درہ کے ہیں۔
۵۴۔ مکے سے ڈیڑھ کوس کے فاصلے پر منیٰ کے رستے میں کنکریلی زمین ہے۔ اسے محصب کہتے ہیں۔
آنحضرت نے حجۃ الوداع میں منیٰ سے واپس ہوتے وقت یہاں قیام فرمایا تھا۔ اس لیے حاجیوں
کے لیئے بھی یہاں ٹھہرنا سُنّت ہے۔

جرمنی صفحہ ۳۹۰)۔

مذکورہ بالا واقعات سے ثابت ہے کہ ہجرت کے بعد سے وقت وفات تک مکان مولد النبی سے آنحضرت کو کوئی خصوصیت یا کوئی تعلق کسی قسم کا باقی نہیں رہا تھا۔

مولد النبی خلفائے راشدین کے زمانہ میں

حضرت ابو بکرؓ کی خلافت[۵۱] میں مذہبی عمارات (مسجد الحرام و مسجد نبوی وغیرہ کی) تعمیر غالباً نہیں ہوئی ایسی حالت میں مولد النبی کی تعمیر و ترمیم کا کوئی موقع نہ تہا۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مدینے میں حجرہ شریف کی جس میں آنحضرتؐ مدفون ہیں تعمیر ہوئی[۵۲]۔ مسجد الحرام کی بھی توسیع ہوئی[۵۳] اور مکے مدینے میں بعض اور عمارتیں بھی بنائی گئیں۔ مگر اب بھی مولد النبی پر کوئی عمارت تعمیر نہیں ہوئی۔ حضرت عثمان کا عہد خلافت[۵۴] بھی اگرچہ توسیع مسجد نبوی[۵۵] و توسیع[۵۶] مسجد الحرام کی نشاندہی کرتا ہے مگر مولد النبی کی تعمیر و ترمیم و تحفظ کی جانب یہ بھی متوجہ نہ ہوئے۔ حضرت علی مرتضٰے کی خلافت کا پُر آشوب زمانہ بھی یوں ہی گزر گیا[۵۷]۔

۵۱۔ حضرت ابو بکر کی خلافت سنہ ۱۱ ہجری سے سنہ ۱۳ ہجری تک سوا دو برس رہی۔

۵۲۔ حضرت عمرؓ کا زمانہ خلافت سنہ ۱۳ ہجری سے سنہ ۲۳ ہجری تک ساڑہے دس برس رہا۔ سنہ ۱۷ ہجری میں آپ نے مسجد نبوی کی توسیع فرمائی اور حجرۂ شریف کی (جسمیں آنحضرت دفن ہیں) دیواروں کو جو ٹہنیوں کی تھیں کچی اینٹوں سے بنوا دیا۔

۵۳۔ آنحضرت اور حضرت ابو بکر کے زمانے میں بیت اللہ کے گرد چاردیواری نہ تہی اسکے اطراف لوگوں کے مکانات تھے جن کے دروازے بیت اللہ کیطرف کہلتے تہے اور وہ اُس میں سے آتے جاتے تھے۔ حرم کے حدود مطاف تک تھے اور عہد ابراہیم علیہ السلام سے یہی کیفیت تہی۔ حضرت عمر نے اپنے زمانہ خلافت میں مکانات خرید کر مسجد الحرام کی توسیع کی اور اُسکے گرد قدآدم دیوار بنوائی۔ یہ پہلی توسیع تہی جو سنہ ۱۷ ہجری میں ہوئی۔

۵۴۔ حضرت عثمان کی خلافت سنہ ۲۴ ہجری سے سنہ ۳۵ ہجری تک بارہ سال رہی۔

۵۵۔ حضرت عثمان کے زمانے میں مسجد نبوی کی توسیع و تعمیر بڑے پیمانے پر ہوئی جو ربیع الاول سنہ ۲۹ سے شروع ہو کر محرم سنہ ۳۰ میں ختم ہوئی۔

۵۶۔ حضرت عثمان نے سنہ ۲۶ میں بیت اللہ کے آس پاس کے بعض مکان خرید کر مسجد الحرام کی توسیع کی۔

۵۷۔ حضرت علی کی خلافت سنہ ۳۵ ہجری سے سنہ ۴۰ تک کوئی ساڑھے پانچ برس رہی اور تقریباً یہ کل مدت جنگ جمل و جنگ صفین و جنگ نہروان وغیرہ خانہ جنگیوں میں گزر گئی۔

مولد النبی خلافت بنی اُمیہ میں

امیر معاویہ کے زمانے میں (سنہ ۴۱ ہجری سے سنہ ۶۰ ہجری تک) بیت الحرام میں ممبر رکھا گیا[ع۵] غلاف کعبہ کا بھی انتظام ہوا مگر مکان مولد النبی نہ معلوم کس حالت میں رہا۔

حضرت عبداللہ ابن زبیر[لہ] نے اپنی نو سال کی خلافت میں کعبہ از سر نو تعمیر کیا[سہ]۔ تیاری کعبہ کی خوشی میں بڑی دھوم دھام سے عمرہ کیا جس کی یادگار میں اب تک ہر سال ماہ رجب میں اہل مکہ تزک و احتشام کے ساتھ رسم عمرہ بجا لاتے ہیں مگر اسوقت بھی مولد النبی کو نہ زیارت گاہ قرار دیا جاتا ہے اور نہ اس مکان پر کوئی جشن میلاد منایا جاتا ہے۔ عبدالملک[۳ہ] بن مروان حضرت عبداللہ ابن زبیر کے بنائے ہوئے کعبے کو منہدم کر کے حجاج بن یوسف[۴ہ] کے زیر اہتمام نیا کعبہ تعمیر کراتا ہے۔ سنگ مرمر کے ستونوں پر طلائی کام ہوتا ہے مگر پاس سے پاس مولد النبی کی عمارت میں کوئی خوشنمائی نہیں پیدا کی جاتی۔ ولید[۵ہ] بن عبدالملک کے زمانے میں مسجد نبوی کی تعمیر بڑے وسیع پیمانے پر کیجاتی ہے۔ رُوم سے عیسائی بلوائے جاتے ہیں جس مقام پر آفتاب رسالت غروب ہوا اُسکی زیبائش و آرایش ہوتی ہے۔ مگر

ع۵۔ یہ سب سے پہلا ممبر ہے جو حرم کعبہ میں رکھا گیا۔ اسکے بعد مختلف زمانوں میں ممبر میں رد و بدل ہوئی۔

لہ۔ عبداللہ ابن زبیر حضرت ابو بکرؓ کے نواسے اور آنحضرتؐ کے پھوپھی زاد بھائی زبیر کے فرزند تھے معرکہ کربلا کے بعد اہل حجاز و یمن و عراق نے انکو خلیفہ تسلیم کر لیا تھا۔

سہ۔ شہادت امام حسینؑ کے بعد یزید نے ایک فوج عبداللہ ابن زبیر کو مطیع کرنے کے لیئے مکے بھیجی تھی اسنے کعبے پر آگ کی جلتی ہوئی ہانڈیاں پھینکی تھیں جس سے کعبہ جل گیا اور از سر نو تعمیر کرایا گیا۔ یہ تعمیر سنہ ۶۴ ہجری میں ہوئی۔

۳ہ۔ عبدالملک بن مروان خاندان بنی اُمیہ کا پانچواں بادشاہ ہے اس نے سنہ ۶۵ ہجری سے سنہ ۸۶ ہجری تک سلطنت کی۔

۴ہ۔ حجاج بن یوسف عرب کا مشہور ظالم ہے اس نے سنہ ۷۳ ہجری میں عبداللہ ابن زبیر کو شکست دے کر اُن کو سولی پر لٹکایا اور اُن کا بنایا ہوا کعبہ منہدم کر کے دوبارہ تعمیر کرایا۔ اسکی ولادت سنہ ۴۱ ہجری اور وفات سنہ ۹۵ ہجری میں ہوئی۔

۵ہ۔ ولید بن عبدالملک کی سلطنت سنہ ۸۶ ہجری سے سنہ ۹۶ ہجری تک رہی۔ اس نے مسجد نبوی تعمیر کے لیئے چالیس رومی اور چالیس قبطی عیسائی کاریگر طلب کیئے تھے۔ تعمیر کا کام سنہ ۸۹ ہجری سے شروع ہو کر سنہ ۹۱ ہجری میں ختم ہوا تھا۔ موجودہ مسجد نبوی اُسی وضع پر قائم ہے جو ولید بن عبدالملک نے تجویز کی تھی۔

جس بُرج سے اِس آفتاب نے طلوع فرمایا تھا اُسطرف نظر نہیں پڑتی۔

خلافت عبّاسیہ میں مولد النبی

خلیفہ ابو جعفر[۵۱] حرم کعبے کی ترمیم و تعمیر کرتا ہے۔ حرم کی عمارتوں میں اضافہ ہوتا ہے مگر ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ مولد النبی کو اُس درجے پر پہونچایا جائے کہ وہ زائرین کو اپنی طرف کھینچے۔ خلیفہ[۵۲] مہدی کا زمانہ آتا ہے۔ یہ حج کرتا ہے۔ کعبے کی طرف توجہ معطوف ہوتی ہے۔ حرم بیت اللہ میں توسیع کرائی جاتی ہے۔ حرم کے دروازے بنائے جاتے ہیں۔ منارے قائم ہوتے ہیں مگر مولد النبی ہنوز کس مپرسی کی حالت میں ہے۔

ملکہ خیزران کی توجہ مولد النبی کی تعمیر

ہارون الرشید[۵۳] کی ملکہ زبیدہ[۵۴] کی طرح اُسکی ماں ملکہ خیزران[۵۵] بھی بڑی نیک۔ بافیض اور مخیر[۵۶] بی بی تھی اسکو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے زبردست عقیدت تھی۔ اسنے روضہ شریف کیلئے غلاف بھی بھیجا[۵۶] تھا۔ ۱۷۰ھ ہجری میں یہ حج کو آئی تھی۔ مدینے میں روضہ شریف کی اس نے بڑی تعظیم و حرمت کی۔ حجرۂ شریف کی دیواروں سے عطر ملنے کی رسم اسی کی ایجاد[۵۷] ہے۔ مکے میں بھی اس جنتی ملکہ نے مکان مولد النبی کے ساتھ

۵۱۔ یہ خاندان عباسیہ کا دوسرا خلیفہ ہے ۱۳۶ھ سے ۱۵۸ھ تک خلافت کی۔

۵۲۔ مہدی بن منصور خاندان عباسیہ کا تیسرا خلیفہ جسکی مدتِ خلافت ۱۵۸ھ سے ۱۶۹ھ تک ہے۔

۵۳۔ اس کا عہد خلافت ۱۷۰ھ ہجری سے ۱۹۳ھ ہجری تک ہے۔

۵۴۔ ہارون الرشید کی مشہور بیوی ہے جسکی یادگار نہر زبیدہ آجتک مکے میں جاری ہے۔ اسکے متعلق سابق میں نوٹ کیا جاچکا ہے۔

۵۵۔ خیزران کے معنی بید کے ہیں۔

۵۶۔ سب سے پہلے ۱۷۰ھ ہجری میں ہارون الرشید کی ماں ملکہ خیزران نے آنحضرت کے حجرۂ شریفہ پر جسمیں آنحضرت دفن ہیں غلاف ڈالا تھا۔ اُس میں حرام یعنی بیچ میں ایک خوشنما پٹی بھی تھی۔

۵۷۔ ملکہ خیزران ۱۷۰ھ میں جب زیارت کو آئی تھی تو اسنے اپنی ایک کنیز مونسہ نامی سے حجرۂ شریف کی دیواروں پر عطر ملوایا تھا۔ نویں صدی ہجری میں یہ طریقہ موقوف ہوگیا تھا۔ دسویں صدی ہجری میں سلاطین عثمانیہ نے پھر جاری کیا اور محمل شامی کیساتھ (بقیہ صفحہ مابعد)

اظہار عقیدت کیا جو ہمیشہ یادگار رہیگا ۔ کہتے ہیں کہ آنحضرت کا یہ مکان بعد ہجرت حضور صلعم حضرت عقیل نے اپنے قبضہ میں لے لیا تھا ۔ اور ان کے فرزند نے حجاج بن یوسف کے بھائی محمد بن یوسف ثقفی کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا ۔ اس نے مولد النبی کو اپنے مکان میں جسے "بیضا" کہتے تھے شریک کر لیا ۔ ازرقی کے زمانے یعنی سنہ ۲۲۰ ہجری تک مکان مولد دار یوسف کے نام سے مشہور تھا اور مدت دراز تک وہ اپنی حالت پر قائم رہا ۔ ملکہ خیزران نے سنہ ۱۷۱ ہجری میں یہ مکان اُسکے رہنے والوں سے خرید کر دار یوسف سے علیحدہ کر دیا اور مکانِ مولد کو ایک مسجد کی صورت میں تبدیل کر کے یہاں سے زقاق (گلی) تک رستہ بنوا دیا ۔ چنانچہ اُسوقت سے یہ گلی زقاق المولد کہلانے لگی ۔ (ازرقی صفحہ ۴۲۲)

مولد النبی پر یہ پہلی تعمیر تھی جو ملکہ خیزران نے بنوائی مگر مولد کی عمارت کی تفصیل نہیں معلوم کہ اُسوقت کیا تھی ۔ اسکے بعد ممکن ہے کہ بسبب امتداد زمانہ یا بلحاظ اعتقاد خلفائے عباسیہ نے مولد کی تعمیر و ترمیم یا آرائش و زیبائش کی ہو مگر تین سو برس تک اسکا کچھ پتہ نہیں چلتا ۔ البتہ سنہ ۵۷۹ ہجری میں خلیفہ ناصر لدین اللہ[1] عباسی نے کسی وجہ سے مولد النبی کو پھر تعمیر کرایا (شفاء الغرام) اس عمارت کی کیفیت سفرنامہ ابن جبیر سے ظاہر ہوتی ہے انھوں نے سنہ ۵۷۹ ہجری میں حج کیا تھا اور یہ زمانہ ناصر لدین اللہ ہی کا تھا ۔ وہ لکھتے ہیں کہ :-

> یہاں نہایت خوشنما اور نادر مسجد بنی ہوئی ہے اور اسپر بکثرت طلائی کام ہے ۔ جس زمین کو ولادت کے وقت جسم اطہر نے مس کیا تھا اُس کے گرد چاندی کا حلقہ لگا ہوا ہے ۔ (سفرنامہ ابن جبیر صفحہ ۸۹)

پھر ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں :-

> رسول کریم کی جائے پیدائش کا مقام ۔ حوض کی طرح تین بالشت چوڑا ہے ۔ اسکے بیچ میں ایک سبز پتھر بقدر دو ثلث بالشت چاندی کے حلقے میں جڑا ہوا ہے ۔

(تکملہ حاشیہ) دوسرے تحائف کیساتھ عطر و عود و عنبر بھی آیا کرتا تھا بعض زائرین اپنے گھروں سے بھی عطر لیکر چلتے ہیں اہل نجد نے بھی اسکو جائز رکھا ہے ۔ میں نے سنہ ۱۳۴۵ھ میں دیکھا تھا کہ شام کیوقت جالی مبارک کے اندر کا فرش گلاب سے دھویا جاتا تھا اور خدام حجرے کی دیوار پر عطر ملنے اور عود و بتیاں سُلگانے کیلئے گیلری کے اندر داخل ہوتے تھے ۔ (توضیحاً ملاحظہ ہو کتاب مزارات حرمین مؤلفہ شبیر)

[1] اسکا عہد خلافت سنہ ۵۷۵ھ سے سنہ ۶۲۲ھ تک ہے ۔ یہ شیعہ مذہب تھا ۔ کعبے کے غلاف کا سیہ رنگ اسیکا ایجاد ہے ۔ پیشتر سبز یا سرخ رنگ ہوا کرتا تھا

اور اُس کی وسعت مع چاندی کے حلقے کے ایک بالشت ہے اس مقام کے سامنے ایک بہت خوشنما محراب ہے اس پر طلائی کام ہے (سفرنامہ ابن جبیر ص ۱۳۷)

سلاطین مصر و یمن کی تعمیر مولد

وقتاً فوقتاً مولد النبی کی تعمیر و ترمیم بعض سلاطین مصر و یمن وغیرہ نے بھی کرائی ہے جنکی مجمل کیفیت توضیحاً ملاحظہ ہو:۔

سنہ ۶۶۶ ہجری میں ملک مظفر[1] صاحب یمن نے مولد النبی کی درستی و تعمیر کرائی۔ پھر اس کے پوتے ملک مجاہد[2] نے سنہ ۷۴۲ ہجری میں ترمیم و تعمیر کرائی۔ اس کے بعد سلطنت مصر کے ایک بڑے عہدہ دار امیر سنجون[3] کی جانب سے سنہ ۷۵۸ ہجری میں مرمت ہوئی۔ من بعد ملک الاشرف[4] ناصر الدین شعبان بن حسین سلطانِ مصر نے اپنے مدیر سلطنت یلبغا الخاسکی کی تحریک پر سنہ ۷۶۶ ہجری میں دُرستی کرائی۔ سنہ ۸۰۱ ہجری میں ملک الظاہر برقوق[5] سلطانِ مصر نے مسجد الحرام وغیرہ کی تعمیر کے لیئے کچھ روپیہ روانہ کیا تھا۔ اسی میں سنہ ۸۰۱ ہجری کے آخر اور سنہ ۸۰۲ ہجری کے اوائل میں مولد النبی کی بھی تعمیر ہوئی جس کی تکمیل سلطان مذکور (برقوق) کی وفات کے بعد عمل میں آئی[6] (توضیحاً ملاحظہ ہو مراۃ الحرمین عربی مطبوعہ مصر جلد اول ص ۱۹۰و۱۹۱)

سلطان سُلیمان خان کی تعمیر مولد النبی ﷺ پر قبہ

جب مُلک حجاز سلاطین آل عثمان کے قبضے میں آیا[7] تو سنہ ۹۲۵ ہجری میں سلطان سلیمان خاں[8] نے

۱۔ ملک المظفر یوسف اول بن عمر بادشاہ یمن جسکی سلطنت سنہ ۶۴۷ھ سے سنہ ۶۹۴ھ تک رہی۔

۲۔ ملک المجاہد علی بن موید بن مظفر سلطان یمن جسکی سلطنت سنہ ۷۲۱ ہجری سے سنہ ۷۶۱ ہجری تک رہی۔

۳۔ یہ زمانہ ملک الناصر حسن مملوک سلطان مصر کا تھا جو سنہ ۷۵۵ ہجری سے سنہ ۷۶۲ ہجری تک بادشاہ رہا۔

۴۔ اس بادشاہ کا عہد سلطنت سنہ ۷۶۴ ہجری سے سنہ ۷۷۸ ہجری تک ہے۔

۵۔ ملک الظاہر سیف الدین ابو سعید برقوق چرکسی کی حکومت سنہ ۷۸۴ ہجری سے سنہ ۷۹۱ ہجری تک رہی۔

۶۔ یہ زمانہ ملک الناصر نصیر الدین فرج ابو السعادات ابن برقوق کا تھا جس نے سنہ ۸۰۱ھ سے سنہ ۸۰۸ھ تک مصر و حجاز پر حکومت کی۔

۷۔ قلمرو حجاز بزمانہ سلطان سلیم خاں سنہ ۹۲۳ھ میں شاہانِ آلِ عثمان کے قبضے میں آئی۔

۸۔ سلطان سلیمان خاں کی حکومت سنہ ۹۲۶ھ سے سنہ ۹۷۴ھ تک رہی۔

مقام ولادت پر قبہ تعمیر کرایا۔ (مراۃ الحرمین عربی جلد ا صفحہ ۱۸۸)

مولد النبی ﷺ کے لیئے سونیکی قندیل

سنہ ۹۶۳ ہجری میں سلطان[۱] محمد خاں ابن سلطان مراد خاں نے سونے کی تین قندیلیں ہدیہ کیں۔ دو کعبے کیلئے۔ ایک مولد النبی کے لیئے۔ اگرچہ الاعلام میں روانگی قندیل کا سال سنہ ۹۶۳ ہجری اور سلطان کا نام محمد خاں ابن مراد خاں لکھا ہے اور صاحب مراۃ الحرمین نے بھی یہی نقل کیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ سنہ ۹۶۳ ہجری میں سلیمان خاں بن سلیم خاں بادشاہ تھا محمد خاں کی سلطنت سنہ ۱۰۰۳ اسی شروع ہوئی تھی۔

مولد النبی ﷺ پر بڑا گنبد اور مینار

سنہ ۱۰۰۹ ہجری میں سلطان محمد خاں ابن سلطان مراد خاں نے مولد الرسول کی تعمیر کا حکم دیا۔ اور اسپر بڑا گنبد اور مینار تعمیر کیگئی۔ (مراۃ الحرمین جلد ا صفحہ ۱۸۸)

مولد النبی ﷺ کی مصارف

اسی سلطان نے مولد النبی کے اخراجات کے لیئے علاقہ روم میں املاک وقف کی اور موذن و امام و خدام مامور کیئے جن کی تنخواہیں ہر سال روم سے آیا کرتی تھیں۔ (مراۃ الحرمین عربی مطبوعہ مصر جلد ا صفحہ ۱۸۸)

مولد النبی ﷺ میں مدرسہ

اسکے بعد سلطنت عثمانیہ نے یہاں ایک مدرسہ قائم کیا جس میں بچے تعلیم پاتے تھے۔

---

[۱] اسکا عہد حکومت سنہ ۱۰۰۳ ہجری سے سنہ ۱۰۱۲ ہجری تک ہے۔

اور اسکے مصارف بھی سرکار سے مقرر ہو گئے۔ (مراۃ الحرمین عربی مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۱۸۸)

مولد النبی کا پہلا انہدام و تعمیر
(۵)

۱۲۱۸ھ ہجری میں جب اہل نجد نے بسرکردگی امیر سعود بن عبد العزیز مکہ معظمہ فتح کیا

لے۔ امیر سعود بن عبد العزیز فاتح حجاز و یمن و عراق رجب ۱۲۱۸ھ ہجری میں امیر نجد ہوا تھا۔ موجودہ سلطان حجاز جلالتہ الملک عبد العزیز ابن عبد الرحمٰن اسی کی اولاد میں ہیں اسوجہ سے ابن سعود کہلاتے ہیں۔ محرم ۱۲۱۸ھ ہجری میں امیر سعود بہ حیثیت فاتح حالت احرام میں بلا کسی کشت و خون کے مکہ معظمہ میں داخل ہوا اور طواف و سعی بجا لاکر سو اونٹ کی قربانی کی۔ اسکے بعد کوہ صفا پر کھڑے ہو کر علماء و عوام مکہ کے سامنے خطبہ دیا جس میں آیت و روایت سے پختہ قبروں اور آثار متبرکہ کی عمارتوں کو خلاف شرع ظاہر کر کے جنت المعلےٰ کے گنبد اور مولد النبی و مولد علی وغیرہ کی عمارتیں منہدم کرا دیں۔ ۱۲۲۱ھ ہجری میں امیر سعود کے قبضے میں مدینہ منورہ بھی آگیا اور تھوڑے عرصے بعد یمن کا تقریباً تمام علاقہ سلطنت نجد میں شامل ہو گیا۔

مشہور فرنگی سیاح حجاز برکھارٹ نے جو سعود کی وفات کے تین سال بعد حجاز گیا تھا۔ تاریخ وہابیہ لکھی ہے جس کا ترجمہ خاکسار شبیر نے اُردو میں کیا ہے۔ اس تاریخ میں برکھارٹ نے امیر سعود کو علم و عقل و فہم و فراست و تدبر و سیاست میں یگانۂ روزگار لکھا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "سعود شرع کا زبردست عالم۔ احکام دین کا سخت پابند اور بہت اچھا واعظ تھا۔ اسکی محفل میں ہر شخص کو اجازت تھی۔ جہاں چاہے بیٹھ جائے۔ اسکا حکم تھا کہ جب وہ آئے تو اسکی تعظیم کے لیئے لوگ کھڑے نہ ہوں۔ ادنےٰ سے ادنےٰ آدمی سے وہ مصافحہ کرتا تھا۔ آنحضرت کے زمانے کے بعد یہ پہلا ہی موقعہ تھا کہ ایک تن تنہا مسافر ریگستان عرب میں اطمینان کے ساتھ سفر کر سکتا تھا۔ ایک دوسرے موقع پر وہ امیر سعود کی سلطنت کے متعلق لکھتا ہے "مشرق میں صرف یہی ایک ایسا ملک ہے جہاں مالدار اشخاص حکومت کی دست برد سے محفوظ ہیں" امیر سعود نے جمادی الاول ۱۲۲۹ھ ہجری میں بعارضۂ بخار (۶۸) سال کی عمر میں بمقام درعیہ انتقال کیا۔

تو اُس وقت اُنھوں نے بعض دوسری زیارت گاہوں کے ساتھ عمارت مولد النبی کو بھی منہدم کر دیا۔ اسکے بعد جب ترکوں نے وہابیوں سے حجاز واپس لے لیا تو مولد النبی کی عمارت بھی مثل سابق بنوا دی[ل]۔ حجاز کا مشہور فرنگی سیاح برکہارٹ[ل] ۱۸۱۴ء میں مکہ معظمہ گیا ہوا تھا اُسوقت مکۂ معظمہ پر تُرک قابض ہو چکے تھے اس زمانے میں مولد النبی کی حالت وہ لکھتا ہے :۔

میرے قیام کے زمانے میں کاریگر بڑی پھرتی سے اس عمارت کے بنانے میں جو مولد پر بنی ہوئی تھی مصروف تھے اور اُسی شکل کی بنا رہے تھے جیسی کہ پہلے تھی۔ اس میں ایک جنگلا ہے جو گلی کی سطح سے پچیس فٹ نیچا ہے اس میں اُترنے کے لیئے سیڑھیاں بنی ہیں۔ یہاں ایک ذرا سی جگہ دکھلائی گئی ہے جہاں آنحضرت تولد ہوئے تھے۔

(سفرنامہ برکہارٹ مترجمۂ خاکسار علی شبیر و مطبوعۂ تاج پریس جلد ا صفحہ ۱۲۵)

ل۔ یہ زمانہ سلطان محمود خاں ثانی کا تھا۔ اسوقت سلطنت ترکی فرنگیوں کے نرغے میں گھری ہوئی تھی۔ اس وجہ سے حجاز کا رُخ نہ کر سکی۔ آخر فتوحات نجدی کے آٹھ سال بعد خدیو محمد علی پاشا والی مصر نے محرم ۱۲۲۷ ہجری میں اپنے فرزند طوسون پاشا کے زیر کمان بری و بحری دو فوجیں حجاز روانہ کیں اس کے بعد ۱۲۲۸ ہجری میں خود محمد علی پاشا میدان جنگ میں پہونچ گیا۔ مختلف مقامات پر لڑائیاں ہوئیں جن میں فریقین کو شکست و فتح ہوتی رہی۔ آخر محمد علی پاشا نے اپنے فریب و فیاضی سے عربوں کو رشوت دے دیکر اپنی طرف ملا لیا اور ۱۲۳۲ ہجری میں ترکوں نے حجاز پر کامل تسلط کر لیا اور اس کے بعد محمد علی پاشا نے مکہ مدینہ کے مزارات و متبرک مقامات حسب سابق دوبارہ تعمیر کرا دیئے۔ حجاز پر نجدیوں کی حکومت تقریباً گیارہ بارہ سال رہی۔ محمد علی پاشا کے حالات اور وہابیوں کی مختصر تاریخ ہماری کتاب (مزارات حرمین) میں ملاحظہ ہو۔

ل۔ برکہارٹ باشندہ سوئٹزرلینڈ نے ۱۸۱۴ء میں ابراہیم ابن عبداللہ کے نام سے سفر حجاز کیا تھا۔ یہ عربی سیاحوں کا بادشاہ کہلاتا ہے۔ اس کی تصانیف میں سفرنامۂ عرب۔ سفرنامۂ شام۔ سفرنامۂ نابہ اور بدویوں اور وہابیوں کے حالات بہت مشہور ہیں۔ اس کے سفرنامۂ حجاز اور تاریخ وہابیہ کا ترجمہ خاکسار شبیر نے اُردو میں کیا ہے۔ سفرنامہ کی پہلی جلد مطبع تاج میں طبع ہو چکی ہے۔ تاریخ وہابیہ کی طبع کیلئے توفیق الٰہی درکار ہے۔

مولد النبی چودھویں صدی میں

چودھویں صدی ہجری کے سیاحان حجاز نے مولد النبی کی جو کیفیت اپنے سفرنامجات میں تحریر کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:-

"مولد النبی محلہ زقاق مولد میں سڑک سے کوئی دو گز نیچے واقع ہے۔ پتھر کی سیڑھیوں کے ذریعہ سے اُتر کر ایک دروازے پر پہونچتے ہیں جو شمالی جانب ہے اس میں ہو کر صحن میں داخل ہوتے ہیں۔ یہ بارہ تیرہ گز لمبا اور کوئی چھ گز چوڑا ہے۔ صحن کے دائیں جانب دیوار غربی میں ایک دروازہ ہے اسمیں ہو کر ایک قبے میں پہونچتے ہیں۔ اس قبے کے اندر بیچ میں سنگِ مرمر کا چوکا بچھا ہوا ہے جس کے بیچ میں گہرائی سی کردی ہے اسیکو آنحضرت کی ولادت گاہ بیان کیا جاتا ہے۔ قبہ اور صحن ملا کر اس کل جگہ کا رقبہ کوئی اسی بیاسی مربع گز ہوگا۔ (رحلتہ الحجاز یہ خدیو عباس حلمی پاشا عربی تالیف ۱۳۲۷ھ ہجری طبع ثانی صفحہ ۵۲)

خان بہادر حاجی عبدالرحیم جنہوں نے ۱۳۲۹ھ ہجری میں سفر کیا ہے۔ سفر حرمین الشریفین میں لکھتے ہیں:-

یہاں ایک بڑا قبہ بنا ہوا ہے اس وقت زیر مرمت تہا۔ اُمید ہے کہ بعد اختتام حج قبۂ مبارک از سرِ نو مرمت کیا جائیگا۔ درمیان قُبے کے ایک چوگوشیہ کٹہرا بنا ہے اسپر ایک مختصر قُبہ بنا ہے یہی جائے ولادت رسول خدا بتلاتے ہیں۔ یہاں ایک استنبولی قالین بچھا ہے گو بہت پُرانا ہے تاہم حالت اچھی ہے اور مرمت ہو جانے کے بعد قبہ بہی بہت عمدہ ہوگا۔ جہاں آپ تولد ہوئے اس جگہ ایک سبز غلاف پڑا ہوا ہے اُسپر آیت

لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم۔

بالمؤمنین رؤف الرحیم

زردوزی حروف میں کشیدہ ہے۔ (سفر حرمین الشریفین جلد ۱ صفحہ ۱۹۳)

رحلتہ الحجازیہ و مراۃ الحرمین جلد اول صفحہ (۱۸۹) میں مکان مولد النبی کا سطحی نقشہ

اسطرح دیا ہے۔

مولد النبی یا مکان عبداللہ بن عبدالمطلب

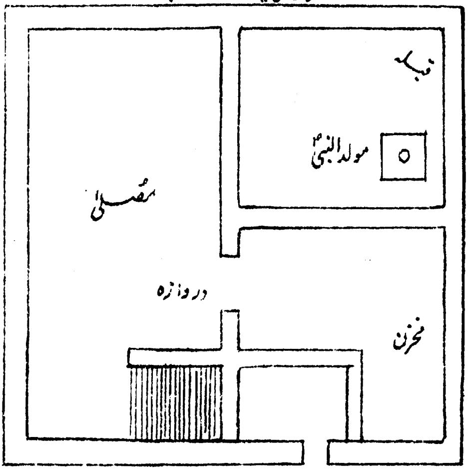

باب

مولد النبی کا دوسری مرتبہ انہدام

۱۳۴۳ھ ہجری میں وہابیوں نے بسر کردگی سلطان عبد العزیز ابن عبد الرحمٰن آل فیصل ابن سعود حب حجاز پر قبضہ کیا تو حسب سابق انھوں نے بعض دوسری زیارت گاہوں کے ساتھ مولد النبی کو بھی منہدم کردیا۔ ایلڈن رٹر صاحب ایک انگریز سیاح جو ۱۳۴۴ھ میں احمد دمشقی کے نام سے حجاز گئے تھے اور نیز رپورٹ وفد خلافت کمیٹی ۱۹۲۶ء سے یہ واضح ہے کہ ابتدائ مکان مولد النبی کا وہ حصہ جو ولادت گاہ تصور کیا جاتا تھا اور اسکا قبہ ڈھایا گیا تھا اور جو حصہ بطور مسجد استعمال ہوتا تھا وہ محفوظ تھا۔ من بعد ۱۳۴۳ھ میں وہابی علماء کے فتوے پر یہ حصہ بھی منہدم کردیا گیا۔ ۱۳۴۵ھ میں

جب یہ فقیر حج سے مشرف ہوا تھا تو اس مقام کو معمولی زمین دیکھا تھا۔ مولد کا کوئی نشان باقی نہ تھا۔

مولد النبیؐ کے انہدام کی نسبت وہابیوں کے خیالات

۱۳۴۵ھ ہجری میں اسکے متعلق بعض وہابی علماء سے جو میری گفتگو ہوئی اُسکا ماحصل یہ ہے۔

اگر شرعاً یہ زیارت گاہ واجب التعظیم ہوتی تو صحابہ سے بڑھکر متبع شریعت و عاشق رسول کون تھا مگر اُن کے زمانے میں نہ اس کی حفاظت ہوئی اور نہ اس کو زیارت گاہ قرار دیا گیا۔ اگر اسکو صحیح تصور نہ کیا جائے تو یہ ماننا پڑیگا کہ صحابہ و تابعین سے زائد ہمارے زمانے کے مسلمانوں کو آنحضرت صلعم سے محبت ہے۔ یہ لوگ آنحضرت سے نسبت رکھنے والے شجر و حجر کو بھی واجب التعظیم اور لائق زیارت سمجھتے ہیں اور اُس کی حفاظت و احترام لازم جانتے ہیں۔ برخلاف اس کے صحابہ و تابعین کی بے پروائی و عدم توجہی سے بڑی بڑی متبرک قبریں عظیم الشان یادگاریں اور مقدس آثار ضایع ہوگئے حتیٰ کہ اُنھوں نے مولد النبی جیسے اہم مقام کو بھی باقاعدہ طور سے زیارت گاہ قرار نہ دیا اور اپنے زمانے میں اسکی تعمیر و ترمیم کرکے اسے محفوظ نہ فرمایا۔ ہمارے زمانے کے مسلمان جسطرح بزرگوں اور پیشواؤں کی یادگاروں کی تعظیم کرتے ہیں وہ شرعی نقطۂ نظر سے قابل اعتراض ہے۔

بظاہر کسی مسجد کا انہدام بڑا ہی سنگین جرم معلوم ہوتا ہے لیکن ایسی مسجد جو کسی کی ولادت گاہ یہ قیام گاہ یا قتل گاہ پر بنائی جائے وہ خالص خدا کی مسجد نہیں سمجھی جا سکتی۔ اور اس مسجد میں بالخصوص نماز نفل پڑھنا ظاہر میں اگرچہ خدا ہی کی نماز خیال کیا جاتا ہے مگر حقیقت میں وہاں نماز پڑھتے وقت بجائے خدا کیطرف رجوع ہونے کے زیادہ تر اُس بزرگ کیطرف خیال رجوع ہو جاتا ہے جسکی یادگار میں وہ مسجد تعمیر کی جاتی ہے اور اسطرح حضور قلب

جو نماز کا جزو اعظم ہے قائم نہیں رہتا۔

ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ بعض دوسرے صحابہ کے ساتھ کسی طرف جا رہے تھے۔ بعض صحابہ ایک مسجد کو دیکھکر جس میں آنحضرتؐ نے نماز پڑھی تھی جوش عقیدت و محبت میں اونٹوں پر سے کود پڑے اور اس مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے دوڑے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ اسی وجہ سے تباہ ہو گئے کہ وہ اپنے پیغمبروں کی یادگاروں کی غیر معمولی تعظیم کیا کرتے تھے[1]۔ پس ایک ماثورہ مسجد کی تعظیم کی نسبت جب حضرت عمرؓ کی یہ رائے ہو تو اسی پر اس قسم کی دوسری مسجدوں اور یادگاروں کا قیاس کر لیجیے۔

---

[1] ۔ یہ واقعہ مولوی شبلی نعمانی مرحوم نے الفاروق میں بھی لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو الفاروق مطبوعہ رحمانی پریس دہلی باب امامت و اجتہاد صفحہ ۲۲۹۔

مولد النبی صلعم

حصۂ دُوّم

زمانۂ ولادت نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

اب ہم مولد النبی کے دوسرے معنی کے اعتبار سے "زمانِ ولادت حضور صلعم" کی نسبت مختصراً تحریر کرتے ہیں:-

اگرچہ معتبر روایات کی بنا پر مورخین و علمائے سیر کا عموماً اس پر اتفاق ہے کہ "آنحضرت صلعم کی ولادت سال فیل میں واقعہ اصحاب فیل کے پچاس دن بعد ماہ ربیع الاول کی تیرہ تاریخ دوشنبہ کے دن صبح کے وقت ہوئی"۔ مگر اسکے ہر جزو میں بھی اختلاف ہے جس کی تفصیل بلا لحاظ صحت و ضعیف روایت اس جگہ علامۂ قسطلانی کی کتاب مواہب لدنیہ سے تحریر کیجاتی ہے:-

سالِ ولادت نبی صلعم

مشہور روایت یہ ہے کہ آنحضرت سال فیل میں پیدا ہوئے تھے۔ یعنی اُس سال جبکہ ابرھہ عیسائی بادشاہ یمن نے مکہ فتح کرنے اور کعبے کو ڈھانے کے لیئے ہاتھیوں کی ایک فوج کے ساتھ مکے پر چڑھائی کی تھی اور خدا کی قدرت سے یہ اصحاب فیل ابابیلوں کے

کنکریاں پھینکنے کی وجہ سے ہلاک ہوئے تھے[۵]۔ یہ سال عرب میں عام الفیل کے نام سے مشہور ہے۔ قاعدے کی بات ہے کہ جب کسی ملک میں کوئی بڑا واقعہ پیش آجاتا ہے تو وہاں کے رہنے والے مختلف باتوں کا حساب اُسی واقعہ سے شمار کرتے ہیں۔ مثلاً ہندوستان میں پیدائش و وفات وغیرہ بہت سی چیزوں کا حساب سنہ غدر[۲] سے لگاتے ہیں۔ اسیطرح مکہ معظمہ میں چونکہ اصحاب فیل کا ہلاک ہونا ایک عجیب واقعہ تہا جسکی یاد مدتوں تک قائم رہی اسیوجہ سے وہاں ہر واقعہ کا حساب اسی سال سے کیا کرتے تھے۔ اسکے بعد سال ہجرت سے حساب ہونے لگا۔ غرضکہ آنحضرتؐ کی ولادت کا حساب بھی سال فیل سے لگایا گیا ہے اور اس بارہ میں حسب ذیل مختلف روایتیں وارد ہیں

(الف) بعض کہتے ہیں سال فیل ہی میں ولادت ہوئی ہے۔

(ب) بعض کہتے ہیں سال فیل کے بعد کسی اور سال میں آپ تولد ہوئے۔

(ج) بعض کہتے ہیں کہ سال فیل سے پیشتر کسی سال میں آپ پیدا ہوئے۔

پہلے قول کے متعلق تین روایتیں ہیں۔

(۱) واقعہ فیل کے ایک مہینے بعد۔ چالیس دن بعد پچاس۔

(ب) (۲) دو سال بعد۔

(۳) دس سال بعد۔

(۴) بیس برس بعد۔

(۵) چالیس برس بعد۔

(۶) ستر برس بعد۔

۵۔ کہتے ہیں کہ یہ ابابیلیں کسی چیچک زدہ مقام سے کنکریاں اُٹھا لائی تھیں جو اُن کی چونچوں میں سے چھٹکر اِن ہاتھی والوں پر گریں اور اُن میں چیچک پھوٹ پڑی اور بہت سے سپاہی مر گئے۔ باقیماندہ اس واقعہ کو کعبے کا معجزہ سمجھکر اُلٹے پاؤں بھاگ گئے۔ جس مقام پر اصحاب فیل کا لشکر تباہ ہوا تھا اُسے وادی محسر کہتے ہیں۔ یہ مقام مکے سے کوئی پانچ کوس عرفات کے رستے پر ہے۔ چونکہ یہ وادی عذاب الٰہی کا منظر ثابت ہو چکی ہے اس لیئے حاجی عرفات سے واپس ہوتے ہوئے اس وادی میں سے قدم اُٹھاتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔ قرآن شریف کے سورۂ فیل (الم ترا کیف) میں اصحاب فیل کی بربادی کا ذکر ہے۔

تیسرے قول کی صرف دو شاخیں ہیں۔

(۱) سنین کا تعین نہیں کیا جا سکتا مگر واقعۂ فیل سے پیشتر تولد ہوئے۔

(۲) واقعۂ فیل سے پندرہ برس پیشتر پیدا ہوئے۔

(مواہب لدنیہ تالیف علامہ قسطلانی و شرح مواہب لدنیہ علامہ زرقانی عربی مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۱۵۳)

مگر جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں ان تمام روایتوں میں صرف ایک ہی روایت عموماً صحیح خیال کی جاتی ہے وہ یہ کہ "آپ کی ولادت سال فیل ہی میں واقعۂ فیل کے پچاس دن بعد ہوئی"

ماہِ ولادت آنحضرت صلعم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماہ ولادت میں بھی راویوں کو اختلاف ہے۔

(۱) کوئی کہتا ہے "محرم میں عاشورہ کے دن تولد ہوئے"

(۲) کوئی کہتا ہے "ماہ صفر میں ولادت ہوئی"

(۳) عام طور پر مشہور و صحیح ماہِ ولادت ربیع الاول مانا جاتا ہے۔

(۴) بعض ربیع الآخر کو آپ کا ماہِ ولادت قرار دیتے ہیں۔

(۵) کوئی کہتا ہے کہ "آپ رمضان میں پیدا ہوئے۔

(مواہب لدنیہ تالیف علامہ قسطلانی و شرح علامہ زرقانی عربی مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۱۵۴)

جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ ماہِ ربیع الاول ہی آپ کا ماہِ ولادت ہے۔ حیدرآباد میں اسی وجہ اب اس مہینے کو ربیع المنور کہنے لگے ہیں اور یہ نام ہمارے مکرم دوست منشی فاضل مولوی محمد اکبر علی صاحب مدیر اخبار صحیفہ روزانہ حیدرآباد کی ایجاد ہے جن کی توجہ و تحریک سے اس ماہِ مبارک میں جا بجا وسیع پیمانے پر مملکت آصفیہ میں مجالس میلاد منعقد ہونے لگی ہیں۔

تاریخِ ولادت حضور صلعم

آنحضرتؐ کی تاریخ ولادت میں بھی کئی قول ہیں مگر اُن میں تقریباً تمام اقوال ماہ ربیع الاول کی تاریخوں ہی کی نسبت ہیں بجز اُس ایک کے جو ماہ محرم میں روز عاشورہ یعنی دسویں تاریخ ولادت تصور کی گئی ہے۔ باقی تمام تاریخوں کی تفصیل یہ ہے:۔

(۱) آٹھویں ربیع الاول۔

(۲) دسویں ربیع الاول۔

(۳) بارہویں ربیع الاول۔

(۴) سترھویں ربیع الاول۔

(۵) اٹھارہویں ربیع الاول۔

(مواہب لدنیہ عربی مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۱۵۵)

عام طور پر اہل سنت بارہویں ربیع الاول کو تاریخ ولادت تصور کرتے ہیں۔ شیعوں میں زیادہ مشہور سترہویں ربیع الاول ہے۔

مولوی شبلی نعمانی مرحوم نے اپنی مؤلفہ "سیرت النبی" میں محمود پاشا فلکی[۱] مشہور مصری ہیئت داں کے حوالے سے "نویں ربیع الاول مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء تاریخ ولادت قرار دی ہے۔" اور اسکی صحت کے متعلق محمود فلکی کے دلائل کا حسب ذیل خلاصہ کیا ہے:۔

(۱) صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرتؐ کے صغیر السن صاحبزادے ابراہیم کے انتقال کے وقت گہن لگا تھا اور سنہ ۱۰ ہجری تھا۔

(۲) ریاضی کے قاعدے سے معلوم ہوتا ہے کہ گرہن ۷ جنوری ۶۳۲ء آٹھ بجکے ۳۰ منٹ پر لگا تھا۔

---

[۱]۔ اِس کی کتاب نتائج الافہام فی تقویم العرب قبل الاسلام مشہور ہے۔ اسی کتاب سے سنہ ولادت مولوی شبلی نعمانی نے اخذ کیا ہے۔ فلکی کی وفات ۱۳۰۳ھ میں ہوئی۔

(۳) قواعد ہئیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ربیع الاول کی پہلی تاریخ ۱۲ اپریل ۵۷۱ء کے مطابق تھی۔

(۴) تاریخ ولادت میں اختلاف ہے لیکن اسقدر متفق علیہ ہے کہ وہ ربیع الاول کا مہینہ اور دوشنبہ کا دن تھا اور تاریخ ۸ سے لگا کر ۱۲ تک میں منحصر ہے۔

(۵) ربیع الاول مذکور کی ان تاریخوں میں دوشنبہ کا دن ربیع الاول کی نویں تاریخ کو پڑتا ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر تاریخ ولادت ۲۰ اپریل ۵۷۱ء (نویں ربیع الاول) تھی۔ (سیرۃ النبی حصہ اول جلد اول صفحہ ۱۲۴)

روزِ ولادت آنحضرت صلعم

(۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روزِ ولادت کے تعین میں جمعہ[1] و دوشنبہ پر بہت زور دیا گیا ہے۔ یوم دوشنبہ کی فضیلت میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ سے کسی نے دوشنبہ کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں دریافت کیا آپ نے فرمایا "یہ وہ دن ہے کہ اس روز میں پیدا ہوا۔ اسیدن مجھے نبوت ملی۔ اسی روز مجھ پر پہلی وحی نازل ہوئی۔ اسی روز میں نے ہجرت کی۔ اسی روز میں مدینے میں داخل ہوا"

عام طور پر روزِ دوشنبہ ہی صحیح روزِ ولادت حضور صلعم تصور کیا جاتا ہے اور مکہ معظمہ میں بھی بالاتفاق روزِ دوشنبہ ہی یومِ ولادت مانا جاتا ہے:۔ (مواہب لدنیہ تالیف علامہ قسطلانی عربی مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۱۵۵)

وقتِ ولادت آنحضرت صلعم

بعض کہتے ہیں آپ دوشنبہ کی رات کو پیدا ہوئے۔ بعض کہتے ہیں دوشنبہ کی صبح کو۔ رات کو وقتِ ولادت قرار دینے والے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ ستاروں کا زمین پر جھکنا اور حضرت

[1] شیعوں میں صحیح روزِ ولادت یوم جمعہ مانا گیا ہے۔

آمنہ کو روشنی کا نظر آنا کھلا ہوا ثبوت اس امر کا ہے کہ آپ رات کے وقت پیدا ہوئے تھے۔ جو لوگ آپ کی ولادت وقتِ شب تصور کرتے ہیں اُن میں یہ بھی بحث ہے کہ آیا یہ رات افضل ہے یا لیلۃ القدر۔ عام طور پر صبح صادق کے وقت آپ کی ولادت مسلمہ ہے۔

(مواہب لدنیہ مع شرح زرقانی عربی مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۱۵۵)

مولد النبیؐ کی زیارت و جشن میلاد

اس بات کا پتہ نہیں چلتا کہ ملکہ خیزران نے جب مولد النبی کی عمارت تیار کرائی ہے اُس سے قبل زائرین مولد النبی کی زیارت کے واسطے آتے جاتے تھے یا نہیں؟ مورخین میں سب سے پہلے اس تعمیر کا ذکر ازرقی نے کیا ہے اور اُسکے زمانے میں مولد پر عمارت بنے ہوئے کوئی پچاس برس ہی گزرے تھے مگر اُس نے جشن میلاد کا کوئی ذکر نہیں کیا جس سے قیاس ہوتا ہے کہ ابتک جلسۂ میلاد کا رواج نہیں ہوا تھا۔ تعمیر عمارت کے بعد بھی تقریباً چھٹی صدی ہجری تک یہ نہیں معلوم ہوتا کہ آیا اس جگہ کوئی تقریب یا جشن میلاد ہوتا تھا یا نہیں۔ ابن جبیر ہر واقعہ کو بڑی تفصیل سے لکھتے ہیں مگر جلسۂ میلاد کے ذکر سے اِن کا سفرنامہ بھی خالی ہے البتہ وہ صرف اسی قدر لکھتے ہیں:۔

"یہ مکان ربیع الاول میں پیر کے دن کہلتا ہے اور تمام مخلوق تبرکاً داخل ہوتی ہے" (سفرنامہ صفحہ ۸۹)

اِسکے بعد ایک اور جگہ لکھتے ہیں:۔

"ذیقعدہ کی تیرہ تاریخ پیر کے دن ہم مولد النبی کی زیارت کو گئے۔ (سفرنامہ صفحہ ۱۳۷)

مذکورہ بالا بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ۵۸۰ھ ہجری میں عام طور پر ہر مہینے کو دوشنبہ کے دن کہ روزِ ولادت آنحضرت صلعم ہے مکان مولد النبی کھولا جاتا ہوگا اور ربیع الاول کی بارہویں[1] کو کہ اسی مہینے میں اور اسی تاریخ کو ولادت حضور صلعم تسلیم کی جاتی ہے خصوصیت کے ساتھ لوگ یہاں

[1] آنحضرت کی وفات بھی بقول جمہور ۱۲ ربیع الاول دوشنبہ کے دن ہوئی مگر بعض دوسری تاریخیں بھی تاریخ وفات تصور کیجاتی ہیں مولوی شبلی نے صحیح تاریخ وفات یکم ربیع الاول ۱۱ھ روز دوشنبہ تسلیم کی ہے شیعوں میں ۲۸ صفر دوشنبہ ۱۱ھ تاریخ وفات تصور کیگئی ہے۔

زیارت کیلئے آتے ہونگے۔ اس موقع پر جشن میلاد کی کوئی صراحت نہیں کی گئی ہے۔ ۷۲۶ھ ہجری میں ابن بطوطہ نے پہلا حج کیا تھا اُسوقت بھی مولد النبی پر کوئی جشن میلاد کا پتہ نہیں معلوم ہوتا۔ اُس زمانہ میں صرف یہ رسم معلوم ہوتی ہے کہ ایام میلاد میں بعض لوگ بڑی دہوم دھام سے دعوتیں کیا کرتے تھے (سفرنامہ ابن بطوطہ جلد (۱) صفحہ ۱۶۳)

دسویں صدی ہجری میں مکۂ معظمہ میں جشن میلاد بڑی دہوم دھام سے منایا جانیگا تھا چنانچہ قطب الدین مکی لکھتے ہیں:-

"مولد النبی اجابت دعا کے لیئے مشہور ہے۔ آجتک (۹۸۵ھ ہجری) یہ مقام مشہور زیارت گاہ ہے۔ یہاں ایک مسجد ہے جہاں ہر دوشنبہ کی رات کو ذکر کرنے والوں کا مجمع رہتا ہے اور ہر سال بارہویں ربیع الاول کی رات کو بڑے بڑے مشائخ معہ اپنے مُریدوں کے اور علماء و فقہا و عہدہ داران بیت اللہ [۲] اور مذاہب اربعہ [۱] کے قاضی شمعین مشعلیں اور فانوس ہاتھوں میں لیئے ہوئے مسجد [۲] سے چلکر سوق اللیل میں ہوتے مقام مولد پر پہونچتے ہیں۔ یہاں خُطبہ پڑھا جاتا ہے اور دعائے قیام سلطنت [۳] مانگی جاتی ہے۔ پھر یہ مجمع بیت اللہ کو واپس ہوتا ہے اور باب [۴] کعبہ کے قریب صفیں باندھکر بیٹھ جاتا ہے اور ناظر [۵] حرم و رئیس زمزم و قضاۃ کی موجودگی میں سلطان کے لیئے دُعا کی جاتی ہے۔

[۱] - اہل سُنت کے چار مشہور مذہب حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی۔

[۲] - حرم بیت اللہ۔

[۳] - سلطنت سے مُراد سلطنت آلِ عثمان ہے۔ اس زمانہ میں سلطان سلیم اول حکمراں تہا۔

[۴] - کعبے کا دروازہ جانب مشرق زمین سے تقریباً سات فٹ کی بلندی پر نصب ہے۔ داخل ہونے کے لیئے سیڑہی لگائی جاتی ہے۔ یہ دروازہ ساکھو کی لکڑی کا ہے جس پر سونے کا مُلمع کیئے ہوئے چاندی کے پتر جڑے ہیں اور نقرئی چار کُنڈے اور بہت سی چاندی کی کیلیں لگی ہیں۔ اس دروازے پر ایک زرکار پردہ پڑا رہتا ہے جسے بُرقع کہتے ہیں۔ اسپر آیات قُرآنی وغیرہ کڑہی رہتی ہیں۔

[۵] - ناظر کا عہدہ حجاز میں ہمارے حیدرآباد کے عہدۂ ناظم کا ہم معنی سمجھنا چاہیئے۔ اسکو تفویض حرم بیت اللہ کے ہر قسم کے انتظامات ہوتے ہیں۔

ناظر حرم و رئیس شیبی[۱] کو سلطانی خلعت عطا ہوتا ہے۔ بعد نماز عشا لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں۔ ناظر حرم کا یہ سب سے بڑا جلوس ہوتا ہے۔ جس کے دیکھنے کے لیے گاؤں گاؤں سے آدمی اکٹھے ہوتے ہیں اور رات بھر جشن و خوشی رہتی ہے۔" (الاعلام با علام بیت اللہ الحرام عربی مطبوعہ مصر صفحہ ۱۹۶)

گیارھویں صدی ہجری کے اوائل سنہ ۱۰۱۹ ہجری میں ابن ظہیرہ لکھتے ہیں:۔

"اہل مکہ کی عادت ہے کہ بارہویں ربیع الاول کی رات کو ہر سال مکے کا قاضی شافعی بعد نماز مغرب اس مقام شریف[۲] کی زیارت کے لیئے ایک بڑے مجمع کے ساتھ جاتا ہے۔ بڑے بڑے علما و فقہا و اُمرا ہاتھوں میں بکثرت فانوس اور بڑی بڑی شمعیں لیئے ہوتے ہیں اور سلطان و امیر مکہ و قاضی شافعی کے حق میں دعا مانگتے ہیں۔ اور مناسب مقام خطبہ پڑھا جاتا ہے۔ پھر یہ مجمع قبل عشا مسجد الحرام کو واپس ہوتا ہے۔ دو کعبہ کے قریب بعد دعا و نماز عشا مجمع برخاست ہو جاتا ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ یہ طریقہ کب سے جاری ہوا۔ میں نے بڑے بڑے مورخوں سے دریافت کیا مگر اس کا کسی کو علم نہیں ہے۔

(جامع اللطیف عربی تالیف سنہ ۱۰۱۹ ہجری مطبوعہ مصر صفحہ ۳۲۵)

یہی طریقہ کسیقدر افراط تفریط کے ساتھ ہمارے زمانے تک رائج تھا جس کا ذکر میں نے سنہ ۱۳۲۵ ہجری میں مکہ معظمہ میں خود سنا۔ حجاز میں ماہ ربیع الاول و ربیع الثانی میلاد کے مہینے مشہور ہیں ان مہینوں میں وہاں عام طور پر جلسہ ہائے میلاد اسی طرح منائے جاتے تھے جیسے کہ ہندوستان میں عموماً بتاشوں اور جلیبیوں پر نیاز دلائی جاتی تھی۔ بعض بعض جگہ چائے قہوہ اور کھانے بھی کھلائے

---

[۱]۔ آنحضرت ؐ نے سنہ ۸ ہجری میں فتح مکہ کے بعد خانہ کعبہ کی کنجی ہمیشہ ہمیش کے لیئے طلحہ بن عثمان بن شیبہ کے سپرد فرمائی تھی جو اب تک اسی خاندان میں چلی آ رہی ہے۔ یہ لوگ شیبی کہلاتے ہیں۔ خاندان کا بڑا رئیس شیبی کہلاتا ہے۔ کعبے کے نذرانے۔ چڑھاوے اور پرانا غلاف کعبہ انہیں لوگوں کا حق ہوتا ہے۔ مکے میں انکی خاص عزت ہوتی ہے۔

[۲]۔ مکان مولد النبی۔

جاتے تھے جسطرح ہندوستان میں آنحضرت صلعم کی ولادت کے ذکر کے وقت حاضرین قیام کرتے ہیں اُسی طرح حجاز میں بھی ہوتا تھا۔ بلکہ اتنا اور اضافہ تھا کہ میلاد میں بادشاہ وقت کے لیئے دُعا مانگتے وقت بھی تعظیماً سب لوگ کھڑے ہو جاتے تھے۔ گیارھویں ربیع الاول کو بعد نماز عشا حریم کعبہ میں محفلِ میلاد منعقد ہوا کرتی تھی۔ آدھی رات تک نعتیہ قصاید پڑھے جاتے تھے۔ مولود ہوتا تھا اور فاتحہ خوانی کیجاتی تھی۔ اور رات بھر مکان مولد النبیؐ پر مختلف طبقوں کی ٹکڑیاں کی ٹکڑیاں نعتیہ چیزیں پڑھتی ہوئی جایا کرتی تھیں۔ مثلاً سقوں کی جماعت۔ غلاموں کی جماعت۔ زمزمیوں کی جماعت خطیبوں کی جماعت۔ اماموں کی جماعت۔ مطوفوں کی۔ بدویوں کی وغیرہ وغیرہ۔ بارھویں ربیع الاول کو شریف مکہ اور ترکی فوج کا سپہ سالار و دیگر عہدہ دار و معززین و اُمرا و تجار اور عوام عورت۔ مرد بیت اللہ میں جمع ہوتے تھے اور بعد نماز مغرب یہاں سے یہ مجمع مولد النبی کو جاتا تھا۔ آگے آگے مولود خواں نعتیہ قصاید پڑھتے چلتے تھے۔ حرم سے مولد النبی تک دورویہ قندیلیں روشن کیجاتی تھیں۔ تمام بازار والے اپنی دکانوں پر اور اہلِ شہر اپنے گھروں پر روشنی کرتے تھے۔ مولد النبی پر پہونچکر کچھ دیر نعت خوانی ہوتی تھی۔ سلطانِ وقت کے حق میں دُعا مانگی جاتی تھی۔ پھر حرم کو واپس آتے تھے۔ گیارہ ربیع الاول کے مغرب سے بارھویں ربیع الاول کے عصر تک ہر نماز کے وقت اکیس توپ کی سلامی ترکی توپ خانہ قلعہ جیاد[1] سے سر کرتا تھا۔

دسویں صدی ہجری میں جشن میلاد النبیؐ کی نسبت چہ میگوئیاں

مکہ معظمہ کے جشن میلاد النبی کی نسبت اب سے تین سو چار سو برس پہلے بھی بعض لوگ غل مچا چکے ہیں جن کے جواب میں قطب الدین مکی اپنی تاریخ میں اسطرح فرماتے ہیں:۔

[1] ۔ مکہ معظمہ کا ایک مشہور پہاڑ ہے جسپر قلعہ بنا ہوا ہے۔ اس پہاڑ کی وجہ سے محلے کا نام بھی محلہ جیاد ہے۔

"اس عید کو سب سے بڑی عید کیوں نہ سمجھا جائے اور کیوں نہ خوشی منائی جائے کہ اس رات کو اشرف الانبیا کا ظہور ہوا۔ بعض لوگ اس مجمع کے مخالف ہیں کہ اس میں شور و غوغا اور کھیل کود ہوتا ہے اور عورت مرد ایک جگہ اکھٹے ہوتے ہیں اور اس قسم کی بدعت شرعاً جائز نہیں ہو سکتی اور ایسے کاموں کو متقدمین نے حلال نہیں سمجھا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اگر اُن خرابیوں کی روک تھام کر دی جائے جو عورتوں مردوں کے جمع ہونے سے واقع ہونے کا اندیشہ ہے اور کھیل کود کا سدِ باب ہو جائے تو آنحضرت صلعم کی تعظیم کے ضمن میں یہ بدعت بھی جس میں ذکر و عبادت و قرآن خوانی ہوتی ہے۔ بدعت حسنہ تصور کیجا سکتی ہے۔ اب رہا کھیل کود اور بیہودگی یہ تو ہر مقام پر اور ہر وقت حرام ہے۔"

(الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام عربی مطبوعہ مصر صفحہ ۱۹۶)

مکہ معظمہ کے جشن میلاد کی نسبت وہابیوں کا خیال

اگرچہ مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں خانگی طور پر گھروں میں اب بھی مجالس میلاد منعقد ہوتی رہتی ہیں مگر سرکاری طور پر بارھویں ربیع الاول کو ھر سال مکہ معظمہ میں جو جشن میلاد النبی منایا جاتا تھا وہ ۱۳۴۳ھ ہجری سے وہابیوں نے موقوف کر دیا۔ اِسکی نسبت مجھے ۱۳۴۵ھ ہجری کے سفر حج میں وہابیوں کے یہ خیالات معلوم ہوئے تھے۔

"اس میں بہت سے لہو و لعب و خلاف شرع امور بھی کیئے جاتے تھے۔ علاوہ ازیں اِس میں عورت مرد سب حصہ لیتے تھے۔ عورتوں مردوں کا ایک جگہ اکٹھا ہونا، مستورات کا اِکٹھے چلے پھرنا اور دن دن بھر رات رات بھر گھروں سے غائب ہو کر گلی کوچوں میں گشت لگانا۔ یہ چیزیں ایسی تھیں جن کا انسداد نہایت ضروری تھا۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ اِس جشن میں نعتیہ اشعار پڑھے جاتے تھے اور ذکر شغل و قرآن خوانی ہوتی تھی تب بھی خرافات و فضولیات کا نمبر بڑھا ہوا تھا جسکی وجہ سے

یہ بدعت کسیطرح بدعت حسنہ نہیں رہی تھی۔ قطع نظر اس کے اس موقع پر عموماً ضعیف روایتیں[۱] پڑھی جاتی تھیں اور مبالغہ آمیز شاعرانہ نظمیں گائی جاتی تھیں۔ جن سے ایسے عقائد کی اشاعت ہوتی تھی جو جادہ توحید سے ہٹے ہوئے اور شرک کیطرف مائل تھے۔"

جشن میلاد کی نسبت اِس فقیر کی رائے وہابیوں کو مشورہ

سینکڑوں برس سے ممالک اسلامی میں باوقات مختلف عموماً اور ماہِ ربیع الاول میں خصوصاً مختلف طریقے سے مجالس میلاد منعقد کی جاتی ہیں اور آنحضرت صلعم کی وِلادت کی خوشی میں طرح طرح سے جشن منایا[۲] جاتا ہے۔ اہلِ حدیث و وہابی محفل میلاد کو بدعت قرار دیتے ہیں۔ دوسرے عام مسلمان اسکو عبادت اور موجب خیر و برکت تصور کرتے ہیں۔ فریقین نے اِس کے جواز و عدم جواز پر بہت سے رسالے لکھے ہیں جن میں آیت و روایت سے بحث کی گئی ہے۔ یہ فقیر اِس قسم کی بحثوں میں نہیں پڑتا کہ محفل میلاد آیا بدعت ہے؟ اگر بدعت ہے تو کس قسم کی؟ اور یہ بدعت صحابہ و تابعین نے بھی کی تھی یا نہیں؟ اِس بحثا بحثی کو چھوڑ کر میں صرف اسقدر

---

[۱] ۔ رسمی طور پر جو مولود شریف پڑھے جاتے ہیں اُن میں عموماً آنحضرت کی ولادت کے وقت کے ذکر میں مختلف معجزات کا ذکر بھی کیا جاتا ہے محققین نے اُن میں سے اکثر روایات کو ضعیف قرار دیا ہے۔ توضیحاً ملاحظہ ہو سیرۃ النبی مولفہ شبلی جلد سوم ص ۴۹۹ تا ۵۲۲

[۲] ۔ مصر میں بھی سیکڑوں برس سے جشن میلاد منعقد ہوتا ہے اس کے تفصیلی حالات اس فقیر نے لکھے ہیں جو حیدرآباد کے ایک ادبی رسالہ "نگارِ" بس آذر ۱۳۳۲ ف میں شایع ہوتے تھے اور بطور ضمیمہ اس رسالے کے ساتھ بھی شریک کیے جاتے ہیں اِن کے پڑھنے کے بعد ناظرین کو افسوس ہوگا کہ اس مبارک موقع پر مصر میں ذکر و شغل و عبادت کے ساتھ کھیل تماشے بھی بکثرت ہوتے ہیں حتیٰ کہ ناٹک سینما اور شراب کی دکانیں تک لگ جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اِس قسم کی بیہودگیوں سے محفوظ رکھے۔

عرض کر دینا کافی سمجھتا ہوں کہ اگر محفلِ میلاد سے صرف وہ رسمی مجلس مُراد ہے جو ماہِ ربیع الاول میں یا کسی اور مہینے میں کوئی مَنّت مُراد پوری ہونے پر یا کسی خوشی کی تقریب میں منعقد کیجاتی ہے اور جس میں خصوصیت کے ساتھ صرف نورِ محمدی کا تذکرہ - آنحضرتؐ کی ولادت کا ذکر وقتِ ولادت کے معجزات اور بعض دوسری مقررہ ضعیف روایتیں[1] خاص لہجے کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں - اور ذکرِ ولادت کے وقت حاضرین تعظیم کے لیئے کھڑے ہو جاتے ہیں یا جسمیں

[1] مولوی سید سلیمان صاحب ندوی نے اپنی مؤلفہ سیرۃ النبی کی جلد سوم میں ایک باب " معجزات نبوی کے متعلق غیر مستند روایات " کے عنوان سے قائم کیا ہے جس میں تقریباً ان تمام معجزات و روایات کو جو حضور صلعم کی ولادت کے وقت یا زمانۂ شیرخوارگی میں ظہور پذیر ہونا بیان کیئے جاتے ہیں - بڑی سختی کے ساتھ غیر صحیح شاعرانہ خیالات قرار دیا ہے - (ملاحظہ ہو سیرۃ النبی جلد سوم مطبوعہ مطبع معارف اعظم گڈھ از صفحہ ۴۹۹ تا صفحہ ۵۲۲) -

اسلام میں میلاد کی مجلسوں کا رواج بقول مولوی سید سلیمان صاحب ندوی چوتھی صدی ہجری سے ہوا ہے اور محفل میلاد کی روایتوں کا بڑا حصہ اُن کتابوں کے ذریعہ سے پھیلا جو اِن مجلسوں کی غرض سے وقتاً فوقتاً لکھی گئی ہیں (سیرۃ النبی جلد سوم صفحہ ۴۹۹) لیکن تاریخ ابن خلکان وقاموس سے واضح ہے کہ میلاد کا رواج ساتویں صدی ہجری سے شروع ہوا - عام لوگوں میں سے شیخ عمر بن محمد نامی کسی شخص نے اسے ایجاد کیا اور امرا و سلاطین میں سب سے پہلے اس کا رواج دینے والا ابو سعید کوکبوری بن ابوالحسن علی بگتگین ترکمانی ہے - اس کا لقب ملک المعظم مظفر الدین تھا - سلطان صلاح الدین فاتح بیت المقدس نے اسکو ۵۸۶ھ ہجری میں شہر اربل کا جو موصل کے قریب ہے گورنر مقرر کیا تھا - یہ شخص ہزارہا روپیہ خرچ کر کے ہر سال محفل میلاد منعقد کیا کرتا تھا اسکی وفات ۶۳۰ھ ہجری میں ہوئی -

ہندوستان میں محفل میلاد کا دستور غالباً مولوی غلام امام شہید کے مولود سے شروع ہوا ہے - یہ کتاب تیرہویں صدی ہجری کے آخر کی لکھی ہوئی ہے اسکے بعد اور بھی میلاد لکھے گئے -

حیدرآباد دکن میں اب مجلس وعظ کے طور پر مجلس میلاد ہونے لگی ہے مگر قدیم طریقہ بھی رائج ہے جس میں دس دس بیس بیس آدمی ملکر نعتیہ غزلیں پڑھتے ہیں اور سب ایک ساتھ نہایت دلخراش آوازیں نکالتے ہیں - ہر شخص اپنا حلق پھاڑنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتا - یہ میلاد ماہِ ربیع الاول میں یا کسی خوشی کی تقریب یا چہلم وغیرہ میں رات کو ہوتا ہے اور پڑھنے والے ساری رات پڑھتے رہتے ہیں - یہ لازم نہیں کہ سامعین بھی موجود ہوں - گھر والے بھی چادر تان کر سو جاتے ہیں - غرض برکت سمجھ کر وہ ہر طرح حاصل ہو جاتی ہے - حیدرآباد کے میلاد کی کیفیت اِس فقیر نے ایک قطعہ میں عرض کی ہے :-

نعت ایمان ہے ہمارا - پر یہ آوازیں کرخت
سُن سکیں کیا - کیسے ہی پکے ہوں صوفی بھاگ جائیں
سب سے پہلے صاحب خانہ ہی کہکے بزم سے
چلتے ہوں جہاں اسکی دیکھا دیکھی بھاگ جائیں
مرحبا ! اے نغمہ سنجی - واہ واطرز ادا
جس جگہ میلاد ہو واں سے پڑوسی بھاگ جائیں

دس بیس آدمی بلند آہنگی کے ساتھ دلخراش لہجے میں نعتیہ نظمیں گاتے ہیں تو ایسی مجالس کا وجود آپ کو غالباً ہجرت کے چار سو برس بعد تک نہ ملیگا۔ اگر محفلِ میلاد وجشن میلاد النبی سے غرض یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے شمائل وخصائل وفضائل کا ذکر کیا جائے۔ اشاعتِ دین وتبلیغِ رسالت میں جو مصیبتیں اور تکلیفیں حضور صلعم نے اُٹھائیں وہ اُن کے غلاموں کو بتائی جائیں۔ اور اُس رحمتِ عالم ومحسن بنی آدم کے ارشادات پر عمل کرنے کی ترغیب دلائی جائے تو میں عرض کروں گا کہ صحابہ وتابعین کا تو ذکر کیا اُن کا تو اوڑھنا بچھونا ہی آنحضرت کا ذکر تھا۔ اگلے بزرگوں کے ہاں بھی ایسی محفلیں دِن میں کئی کئی مرتبہ ہوجاتی تھیں۔ ان کے نصابِ تعلیم میں قرآن۔ تفسیر۔ حدیث داخل تھا۔ چونکہ آنحضرتؐ کی سوانح عمری کا ایک بڑا حصہ قرآن میں موجود ہے۔ جبوقت وہ لوگ قرآن کی تلاوت کرتے تھے اُن کے سامنے آنحضرتؐ کے سوانح حیات رہتے تھے۔ تفسیر کے درس کے وقت کونسی آیت ایسی ہوتی تھی جس کی شرح میں بے شمار مرتبہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام اُن کی زبان سے نہ نکلتا تھا یا جس سے آنحضرت کے واقعات زندگی کے کسی نہ کسی شعبے کا ذکر نہ آجاتا تھا۔ حدیث کے سبق میں حضور صلعم کے ارشادات اُن کی زبان سے جاری ہوتے تھے۔ آپ کی سادہ طرزِ معاشرت۔ آپ کی روزانہ زندگی کی کیفیت۔ آپکے اعمال وافعال وحرکات وسکنات کے متعلق سینکڑوں باتیں حدیث سے معلوم ہوجاتی تھیں۔ مسائل فقہ کے حل کرتے وقت آنحضرت کے احکام اُنکے پیش نظر ہوتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ اِس طرح اگلے زمانے میں صبح سے شام تک میلاد ہی میلاد ہوتا رہتا تھا۔

اب کہ قرآن حفظ کرنیکا طریقہ تقریباً موقوف ہوچکا ہے۔ بغیر سمجھے قرآن پڑھنے والے بھی کم ہوتے جاتے ہیں۔ قرآن کے معنی سمجھنے والے دُنیا سے قریب قریب ناپید ہوگئے ہیں۔ تفسیر وحدیث وفقہ کی جانب اِکا دُکا خدا کے خاص بندے ہی توجہ کرتے ہیں۔ ایسی حالت میں ضرورت اس کی ہے کہ مجالس میلاد النبی منائی جائیں تاکہ اس کے ذکر سے مسلمان آنحضرت صلعم کے حالات وواقعات وارشادات سے جو سب کے سب حقیقت میں قرآن وحدیث ہی کے اجزا ہیں آگاہ ہوجائیں۔ اور درس وتدریس کے ذریعے سے اگر یہ کچھ حاصل کرنا نہیں چاہتے تو اسی حیلے سے اُن کے کانوں میں کوئی نہ کوئی کام کی بات پڑجائے۔ اس اعتبار سے میلاد کرنا۔ میلاد پڑھنا۔ میلاد میں شریک ہونا سب عبادت ہوگا۔ یہ یاد رہے کہ

اَگلے بزرگوں کے کارنامے نہ صرف تندرست قوم کو مضبوط و توانا بنا دیتے ہیں بلکہ بیمار قوم کو تندرست اور مُردہ قوم کو زندہ کر دیتے ہیں۔ مسلمان اپنے اسلاف کے کارنامے بھول گئے ہیں۔ اِن کے قوائے ذہنی بے حس ہو گئے ہیں۔ اِن کو چونکانے کیلئے۔ اِن کو جتیانے کے لئے۔ اِن کو ہوش میں لانے کیلئے سخت ضرورت ہے کہ بالخصوص حضرت سید المرسلین کے اور بالعموم دوسرے بزرگوں کے واقعات انکو یاد دلائے جائیں۔ مَیں اپنے وہابی دوستوں سے ادب کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ جس قسم کی مجالس میلاد کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے ایسی مجلسیں تو آپ بھی کسی نہ کسی طرح کرتے ہی رہتے ہیں۔ صرف بعض نمائشی و رسمی باتوں سے آپ کو اختلاف ہے۔ ضرورتِ زمانے کے لحاظ سے ضروری اصلاح کے بعد اُن کو بھی گوارا کر لینا مناسب ہے۔

تحفظ آثار کی نسبت وہابیوں کی خدمت میں عرض

آثار اور یادگاروں میں ایک خاص قسم کا جادو چھُپا ہوا ہے جو بے جان قالبوں میں رُوح پھُونکتا ہے۔ صرف اصلی و حقیقی یادگاریں ہی تزکیۂ نفس و تصفیۂ قلب کا باعث نہیں ہوتیں بلکہ فرضی و مصنوعی آثار بھی دل و دماغ و تخیل و تصور پر زبردست اثر ڈالتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض اوقات پیتل پتھّر۔ کاغذ اور لکڑی وغیرہ کی بنائی ہوئی چیزیں بھی عقیدے کو راسخ اور ارادے کو مستحکم کر دیتی ہیں۔ جو قومیں مر چکی تھیں وہ اپنے بزرگوں کی یادگاریں قائم کر کر کے زندہ ہو گئی ہیں۔ متمدن و مہذب اقوام اپنے مشاہیر کی یادگاریں روز بروز محض اس لیے قائم کرتی جا رہی ہیں کہ ناخلف اولاد اپنے اسلاف کے کارنامے یاد کر کر کے خلف الصدق بن جائے۔ ایسی حالت میں ضرورت ہے کہ آدابِ شرعی کے ساتھ ہم بھی اپنے بزرگوں کی یادگاریں محفوظ کر دیں اور اُن کے آثار کو ضایع نہ ہونے دیں۔ ہر قوم کے لیے اُس کے بزرگوں کی یادگاروں کے مٹانے سے اُن کا محفوظ رکھنا

زیادہ مفید ہے۔ جنت المعلیٰ اور جنت البقیع کے گنبدوں کے منہدم کردینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے مسلمان طیش میں آکر حج وزیارت سے بھی دست بردار ہو گئے۔ بیمار کو ایسی کڑوی دوا مت دو کہ وہ علاج سے ہی ہاتھ دھو بیٹھے۔ آپ نے فروع میں روک ٹوک کی انھوں نے اصول ہی کو ترک کر دیا۔ اِصرار وتکرار کا یہی نتیجہ ہوتا ہے کہ ع

شیخ تیری ضد سے چھوڑوں دین وایماں تو سہی

ضمیمہ

یہ عرض کیا جا چکا ہے کہ اسلامی ممالک میں مختلف طریقوں سے جشن میلاد النبی منایا جاتا ہے اور بعض جگہ اس کے ساتھ خلاف شرع امور بھی انجام دیئے جاتے ہیں جس کی واضح مثال مصر کا میلاد النبی ہے۔ الحمد للہ کہ ہندوستان میں اس قسم کے خرافات جشن میلاد کے ضمن میں نہیں ہوتیں اور اگرچہ مکہ معظمہ کا جشن میلاد بھی ان بیہودگیوں سے بچا ہوا تھا تاہم مجھے وہاں کے معتبر اشخاص سے معلوم ہوا کہ اس موقع پر وہاں بھی بہت سے قابل اعتراض کام ہوتے تھے۔

مصر میں میلاد النبی[1]

عموماً انسان ممالک غیر کے حالات معلوم کرنیکا شائق ہے اور اس مُردہ پسند کو نسبت واقعات موجودہ کے گزشتہ حالات زیادہ مرغوب ہیں۔ یہی اصول ملحوظ رکھکر میں اسوقت اڈورڈ ولیم لین صاحب کی کتاب ماڈرن ایجپشنز (موجودہ اہل مصر) سے ایک صدی قبل کے حالات جشن میلاد النبی ترجمہ کر کے ہدیہ ناظرین "تاج" کرتا ہوں۔ ربیع الاول ۱۲۵۰ھ ہجری میں جسطرح یہ جشن قاہرہ میں منایا گیا تھا اُسکے چشم دید حالات ولیم لین صاحب نے قلم بند کیئے ہیں۔

اس نوے سال کی مدت میں باعتبار رسم ورواج بہت کچھ رد و بدل کی توقع کیجا سکتی ہے اسلیئے دل چاہتا تھا کہ یہ مضمون زیادہ مکمل صورت میں پیش کیا جاتا اور اس عرصہ میں جو تغیرات اس مبارک تقریب میں ہوئے اُن کی تفصیل اور جو رسوم اسوقت مصر میں میلاد النبی کے موقع پر انجام دیجاتی ہیں اُن کی کامل تشریح کی جاتی مگر مجھے اپنے ارادے میں ناکامی ہوئی۔ میں نے متعدد

[1] یہ مضمون خاص طور پر میں نے رسالۂ "تاج" حیدرآباد کے میلاد نمبر کے لیئے لکھا تھا اور رسالہ تاج بابتہ ماہ آذر ۱۳۴۲ف میں شائع ہوا تھا۔

ہندوستانی سیاحانِ مصر کے سفرنامے[1] بڑے شوق سے کھولے اور نہایت مایوسی کیساتھ فاتحہ پڑھکر بند کر دیئے۔ میلاد النبی کا ذکر تو کہاں بعض صاحبوں نے تو اِس کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔ البتہ مولوی شبلی نعمانی مرحوم اور حافظ عبدالرحمٰن صاحب امرتسری کے سفرنامجات میں کچھ حالات موجود ہیں جن کا ضروری اقتباس موقعہ بہ موقعہ حاشیہ میں تحریر کر دیا گیا ہے۔ مجھے نہایت رنج کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اہلِ مصر نے میلاد النبی جیسی مبارک تقریب میں بہت سی لغویات اور خلافِ شرع امور کو شریک رسم کر لیا ہے جو مصریوں کے ضعفِ ایمانی اور فرماں روایانِ مصر کے تغافلِ دینی کے شاہد ہیں۔ اِس موقع پر غالباً میری یہ استدعا بیجا نہ ہوگی کہ حامیِ دین و ملت و ماحیِ بدعت و ضلالت ہمارے بادشاہ ظل اللہ نے میلاد مبارک کے متعلق حال میں جو فرامین[2] ہدایت آئین نافذ فرما کر بعض مکروہات و خلافِ شرع اُمور کا انسداد فرما دیا ہے اُسپر بطورِ اظہارِ شکر و سپاس ہم حضرتِ اقدس و اعلیٰ کی بقائے عُمر و صحت و سلامتی کیلئے حق تعالےٰ سے دُعا کریں۔ اگر ہمارے حاکم الشریعت و حکیم السیاست سلطانِ دکن[3] کی نظر کیمیا اثر اس جانب ملتفت نہ ہوتی تو اندیشہ تھا کہ بعض غیر شرعی حرکات جو اسوقت بظاہر خفیف معلوم ہو رہی تھیں اور شوکتِ اسلامی کے اظہار کا ایک ذریعہ نظر آ رہی تھیں آیندہ چلکر وہ سخت بدعات اور دینی و دُنیوی فسادات کا پیش خیمہ ثابت ہوتیں۔ ؎

اے بیش ازاں نکہ در قلم آید ثنائے تو
واجب بر اہلِ مشرق و مغرب دعائے تو

اب میں اصل مضمون شروع کرتا ہوں۔ ولیم لین صاحب کہتے ہیں:-

ربیع الاول کا چاند ہوتے ہی قاہرہ میں جشنِ میلاد النبی[4] کی تیاریاں شروع

---

[1] - آنریبل خواجہ غلام الثقلین مرحوم۔ خواجہ حسن نظامی دہلوی اور حاجی عبدالرحیم اکسٹرا اسسٹنٹ بنگلور کے سفرنامجات اور بعض دوسرے صاحبوں کے سفرنامے۔

[2] - فرمانِ قضا شیم مصدرہ ۲۵ محرم ۱۳۴۳ھ جس میں جشنِ میلاد و جلوسِ میلاد اور مضامینِ میلاد کے متعلق بعض قیود و شرائط عائد فرما دیں جنکی وجہ سے بعض اُن خلافِ شرع امور کا انسداد ہوگیا جو ریاست حیدرآباد میں میلاد النبی کی موقع پر عمل میں لائے جاتے تھے

[3] - اعلیحضرت نظام الملک آصفجاہ سابع سلطان العلوم نواب میر عثمان علیخان بہادر۔

[4] - مصر میں اِسکو مولد النبی کہتے ہیں۔ مولد کے معنی مکانِ ولادت اور زمانِ ولادت دونوں ہیں۔

ہو جاتی ہیں۔ یہ تہوار بالخصوص شہر قاہرہ کے جنوب مغرب کی جانب محلہ برکتہ[۱] الاذبکیہ کے ایک بڑے میدان[۲] میں منایا جاتا ہے۔ برسات کے دنوں میں یہ جگہ پورا تالاب بن جاتی ہے جس کے کنارے میلاد کے جلسے منعقد ہوتے ہیں۔ جب بارش نہ ہو تو شکمِ تالاب میں لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔ تماشائیوں اور خصوصاً درویشوں کے لیئے یہاں کئی بڑے بڑے ڈیرے اور شامیانے[۳] نصب کر دیئے جاتے ہیں اور بارہویں ربیع الاول تک ذِکر و شغل کے لیئے اِن میں درویش آتے جاتے رہتے ہیں۔ شامیانوں کے بیچ میں ایک مستول رسیّوں سے باندھکر کھڑا کر دیتے ہیں اور اس میں دس بارہ لیمپ لٹکا دیئے جاتے ہیں۔ اِس مستول کے چاروں طرف پچاس ساٹھ درویش حلقہ باندھکر ذِکر کرتے ہیں۔ اُسی کے قریب چار مستولوں کی ایک اور قطار بناتے ہیں جسے قائم کہتے ہیں۔ ہر مستول کے بیچ میں کئی کئی گز کا فاصلہ رہتا ہے۔ ان مستولوں پر بہت ساری رسّیاں پھیلا دی جاتی ہیں۔ اور بہت سی زمین پر بھی لٹکتی رہتی رہتی ہیں۔ گویا رسّیوں کا ایک جال سا بنا دیتے ہیں اور بہت سے چراغ اُن میں اسطور پر لٹکاتے ہیں کہ کہیں اُن سے پھول بیل اور کہیں شیر وغیرہ کسی جانور کی تصویر۔ کہیں کلمہ یا

۱ۃ۔ برکہ حوض یا تالاب کو کہتے ہیں اذبک تاتاری ترکوں کے ایک قبیلہ کا نام ہے۔ آج کل محلہ اذبکیہ میں ایک بڑا بازار اور خوشنما چمن ہے۔ ایک جھیل کوئی سات فٹ گہری ہے۔ جو چمن کو سیراب کرتی ہے۔ شام کو اس چمن میں بڑا مجمع ہوتا ہے

۲ۃ۔ حافظ عبدالرحمٰن صاحب امرتسری جنھوں نے ۱۸۹۸ء میں مصر کا سفر کیا ہے اپنے سفرنامے میں لکھتے ہیں کہ میدان عباسیہ میں جلسہ ہائے میلاد منعقد ہوتے ہیں (سفرنامہ صفحہ ۵۹) مولوی شبلی نعمانی جن کا سفر ۱۸۹۲ء میں ہوا۔ فرماتے ہیں کہ شہر سے باہر ایک وسیع خطۂ زمین ہے جس کو ایک معزز خاتون نے اِسی کام کے لیئے وقف کر دیا ہے۔ اس میدان میں جشن میلاد ہوتا ہے۔ اِس میدان کا محل وقوع دونوں صاحبوں نے نہیں لکھا۔

۳ۃ۔ بقول حافظ عبدالرحمٰن صاحب کثیر التعداد خیمے نصب کیئے جاتے ہیں۔ ارکانِ دولت مفتی بلادِ مصر شیخ الازہر۔ علماء اور قاضیوں کے خیمے علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں۔ خدیو معظم کا بھی ایک عالی شان خیمہ ہوتا ہے جس میں ان کی طرف سے ایک نائب رہتا ہے۔ ان خیموں کی قطاریں بیضوی شکل کی ہوتی ہیں۔ بیچ میں ایک وسیع میدان خالی رکھا جاتا ہے۔ چاروں طرف جھنڈیاں لگائی جاتی ہیں جن کے پھریرے خوشنما اور رنگین ہوتے ہیں۔

خدا کا نام بن جاتا ہے۔ کہیں محض خوشنما طریقہ سے چراغ لٹکا دیتے ہیں[۱]۔ میلادالنبی کیلیے روشنی و فرش فروش کی ساری تیاریاں دوسری ربیع الاول تک ختم ہو جاتی ہیں اور تیسری تاریخ سے خوشی اور تقاریب شروع ہو جاتی ہیں جو شب دوازدہم تک دن رات ہوتی رہتی ہیں۔ اِن دس دنوں میں قاہرہ والوں کا محلہ ازبکیہ میں ہر وقت مجمع رہتا ہے۔ دِن کے وقت جو لوگ یہاں اکھٹے ہوتے ہیں اُن کی دل لگی کے لیے شاعر[۲]۔ داستان گو[۳] بازیگر[۴] اور مسخرے اپنے کمال دکھاتے ہیں۔ آج کل طوائفوں کو حکم دیدیا گیا ہے کہ وہ تائب ہوکر ناچنے گانے کا پیشہ ترک کردیں اس لیئے کسی طوائف کی صورت یہاں نظر نہیں آرہی ہے[۵]۔ محلہ ازبکیہ کی آس پاس کی گلیوں میں جھولے ہنڈولے نصب کر دیئے جاتے ہیں اور مٹھائی

۱۔ مولوی شبلی لکھتے ہیں کہ شامیانے چونکہ عموماً پاشاؤں اور اُمراؤں کے ہوتے ہیں۔ نہایت تکلف اور نفاست سے آراستہ کیئے جاتے ہیں۔ ہر پاشا اور امیر اپنا خیمہ جداگانہ طرز سے آراستہ کرتا ہے۔ جھاڑ فانوس کی روشنی ہوتی ہے اور کثرت سے ہوتی ہے (سفرنامہ صفحہ ۲۱۳)

خواجہ حسن نظامی جو سنہ ۱۹۱۱ء میں مصر گئے تھے اگرچہ انھوں نے میلاد کے متعلق اپنے سفرنامہ میں کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ مگر ایک عکسی تصویر "مصر میں جشن میلاد شریف" کے عنوان سے شریک سفرنامہ کی ہے جس سے ظاہر ہے کہ عالیشان شامیانوں کی قطار دور تک چلی گئی ہے۔ جھنڈیاں لہرا رہی ہیں اور شیشہ آلات و برقی روشنی سے مجلس بقعۂ نور بنی ہوئی ہے۔

۲۔ مصر میں شاعر ایک قسم کی سارنگی پر جسے رباب الشاعر کہتے ہیں شعر خوانی کرتے ہیں بعض وقت اِنکا کوئی ساتھی بھی رباب بجاتا ہے۔

۳۔ مصر میں داستان گو بھی بہت ہیں جو سارنگی بجا کر داستان بیان کرتے ہیں یہ داستانیں ڈراما کے طور پر بیان کیجاتی ہیں جنمیں نظم و نثر دونوں ملی رہتی ہیں۔

۴۔ ہندوستان کیطرح مصر میں بھی بازیگر۔ یہاں نٹنی اور مداری ہوتے ہیں اور عموماً رفاعی یا سعدیہ سلسلہ کے درویش یہ کرتب دکھاتے ہیں یہ لوگ سپیرے کا پیشہ کرتے ہیں اپنی ٹوپیوں میں بچھو بٹھائے پھرتے ہیں اور انواع و اقسام کے شُعبدے اور بچھو منتر دکھاتے ہیں۔

۵۔ یہ ۱۸۳۴ء کی کیفیت تھی اِسکے بعد سنہ ۱۸۹۲ء میں مولوی شبلی لکھتے ہیں "دو تین باتیں قابل اعتراض ہیں اول یہ کہ گیارہویں اور بارہویں کو آتشبازی ہوتی ہے اور یہ امر ایسی رسم کے شایاں نہیں۔ دوسرے یہ کہ لوگوں کا اجتماع دیکھکر اِس مجمع کے قریب سڑکوں پر تھیٹر وغیرہ قائم ہو جاتے ہیں۔" اس کے بعد سنہ ۱۸۹۸ء میں اور ترقی ملاحظہ ہو۔ حافظ عبدالرحمٰن فرماتے ہیں مصر میں آزادی اِس درجہ ترقی کر گئی ہے کہ اس متبرک مجلس کے موقع پر بھی شاہدان بازاری اپنے خیمے لگاتے ہیں اور محفل رقص و سرود گرم رکھتے ہیں اور شائقین ٹکٹ لیکر شریک محفل ہوتے ہیں۔ شراب کی دُکانیں بھی ہوتی ہیں۔

وغیرہ کی بہت سی دُکانیں لگا دی جاتی ہیں[۱]۔ کہیں کہیں نٹ بھی اپنی قلابازیاں دکھاتے ہیں۔ ان گلیوں میں بھی بڑی روشنی ہوتی ہے اور بہت سے چراغ لکڑی کی قندیلوں میں آویزاں کر دیئے جاتے ہیں۔ حلوائیوں کی دوکانیں اور وہ اسٹال جس میں خورونوش کا سامان ہوتا ہے ساری رات کھُلی رہتی ہیں۔ اور قہوہ خانے بھی رات بھر گرم رہتے ہیں۔ کسی کسی قہوہ خانے میں داستان گو۔ جنکو یہاں محدث کہتے ہیں قصے کہانیاں سُناکر لوگوں کو خوش کرتے رہتے ہیں۔ ہر رات کو اس محلے سے آدھی رات گئے درویشوں کے جلوس گزرتے ہیں۔ دن کے وقت عموماً یہ لوگ جھنڈے لیکر نکلتے ہیں لیکن رات کو بجائے جھنڈوں کے اِن کے ہاتھوں میں لمبی لمبی لکڑیاں ہوتی ہیں جن کے اوپر کے سرے میں کئی کئی چراغ لگا دیتے ہیں۔ اِن لکڑیوں کو قاہرہ میں منور کہتے ہیں۔ درویشوں کے غول کو (خواہ دِن میں جھنڈے لے کر نکلے یا رات کو منور کے ساتھ گزرے) اشارۂ فرقہ کہتے ہیں یعنی علم سلسلہ۔ بعض اوقات اشارہ سے مراد جلوس بھی لی جاتی ہے۔ یہ درویش عموماً ادنےٰ طبقے کے لوگ ہوتے ہیں اور اِن کا کوئی خاص لباس نہیں ہوتا[۲]۔ اِن میں کے بہت سے معمولی عمامے باندھے رہتے ہیں یا بعض کے سروں پر نمدے کی یا رُوئی بھری ہوئی ٹوپیاں ہوتی ہیں اور جسم میں سُوتی۔ اُونی یا سن کے کپڑے کی نیلی قمیص۔ غرضکہ اسوقت بھی اِن کا وہی لباس ہوتا ہے جو وہ اپنی دُکانوں بیٹھکر پہنتے ہیں یا اپنے کام کاج کے وقت پہنے رہتے ہیں۔

بمقابلۂ ابتدائی راتوں کے آخری دو راتوں کو اس جشن میں بڑی دھوم دھام اور گہما گہمی

[۱] - حافظ صاحب کہتے ہیں "مولود خوانی کے خیموں کے احاطہ کے باہر دکانیں لگجاتی ہیں اور نہایت خوبی سے آراستہ ہوتی ہیں۔ کہانے پینے کی چیزیں اور فروخت کا سامان اُنمیں موجود رہتا ہے ایک طرف ہنڈولے ہوتے ہیں۔ نصاریٰ تصویریں بھی فروخت کرتے ہیں۔ بیرونی اجماع بادی النظر میں میلہ سے مُشابہ معلوم ہوتا ہے"

[۲] مولوی شبلی فرماتے ہیں "ہر خیمے میں خاص خاص گروہ کے فقرا اور صوفیہ جمع ہوتے ہیں۔ دُرویشان رفاعی کا لباس بھی ایک خاص وضع کا ہوتا ہے۔ پوری ہیئت تو خیال نہیں لیکن اسقدر یاد ہے کہ عمامہ اور کمربند سبز ٹپکا ہوتا ہے" آگے چلکر مولوی صاحب فرماتے ہیں "ایک اور گروہ تھا۔ اِن لوگوں کے جامے اُونچے اور زیادہ گھیردار تھے قریباً جیسے گھاگرا والی پلٹن۔

ہو جاتی ہے اور لوگوں کے جگمٹ بھی بہت ہوتے ہیں۔ مجھے یہ معلوم ہوا تھا کہ محلہ سوق البکری[1] میں جو برکت الاذبکیہ کے جنوب میں ہے ذکر وشغل سب جگہ سے اچھا ہوتا ہے۔ چنانچہ گیارہویں تاریخ میں اُدھر گیا۔ یہاں کی سڑکوں پر تماشائیوں کے ٹھٹ لگے ہوئے تھے اور آج بغیر لالٹین کے بھی چلنے پھرنے کی اجازت تھی۔ یہاں رات کے وقت عموماً عورتیں باہر نہیں نکلتیں۔ چنانچہ آج بھی راہگیروں میں کوئی اِکّا دُکّا ہی عورت نظر آرہی تھی۔ سوق البکری میں جس جگہ ذکر ہونیوالا تھا اور جہاں سب سے زیادہ بھیڑ تھی ایک بہت بڑا بلوری جھاڑ لٹکایا گیا تھا اصل میں تھے تو وہ کئی جھاڑ مگر ایک کے نیچے ایک اسطرح لٹکا دیے گئے تھے کہ وہ سب مل کر ایک ہی جھاڑ معلوم ہو رہا تھا جس میں شیشے کے کوئی دو تین سو گلاس تھے۔ اس جھاڑ کے چاروں طرف لکڑی کے چھل چراغ زمین میں گڑے ہوئے تھے۔ یہاں یہ روشنی صرف میلاد النبی ہی کی وجہ سے نہ تھی بلکہ آج شیخ درویش الشمادی کا بھی میلاد[2] تھا۔ یہ بزرگ اسی محلہ کی ایک چھوٹی سی مسجد میں دفن ہیں۔ یوں تو ہر جمعرات کو یہاں ذکر ہوا کرتا ہے مگر اسوقت میلاد النبی اور شیخ الشمادی کے میلاد کی وجہ سے دہوم دھام زائد کردی گئی تھی۔ میں نے یہاں بہت سے عیسائیوں کو بھی دیکھا۔ دوسری سڑکوں پر یہ لوگ نظر نہیں آئے تھے۔ اس جگہ میں نے متواتر یہ آواز سُنی۔

"آنحضرتؐ پر جو درود نہ پڑھے اُس کی آنکھوں میں خاک جھونک دو"۔

مسلمان مٹھائی فروش وغیرہ جن کا جوش ایسے موقعوں پر غیر معمولی ہو جاتا ہے۔ عیسائیوں اور یہودیوں کو چھیڑنے کے لیئے یہ آوازے کس رہے تھے۔ میں نے دریافت کیا کہ یہاں اس ذکر میں بکثرت قبطی عیسائیوں کے آنے کا کیا باعث ہے تو معلوم ہوا کہ ایک عیسائی برضا و رغبت مسلمان ہو گیا ہے اور اُس نے شیخ درویش کے میلاد کے کُل اخراجات اپنے ذمہ لے لیئے ہیں۔ (گویا عیسائی اپنے ایک بھائی کی دریا دِلی کے کرشمے دیکھنے آئے تھے) شیخ شمادی کوئی مجذوب تھے اِن کی وفات کو آٹھ برس گزرے ہیں۔ یہاں والے اِن کے بہت معتقد ہیں۔ اس مسجد کے قریب

---

[1] ۔ سوق بازار کو کہتے ہیں۔ مصر کے شیخ المشائخ جو قبیلۂ بکر سے تعلق رکھتے ہیں اسجگہ رہتے ہیں اسوجہ سے اس بازار کا نام سوق البکری ہو گیا ہے۔

[2] ۔ مصر میں درویشوں اور صوفیوں کے عرس کو بھی میلاد کہتے ہیں۔

سڑک پر ایک طرف بوریا بچھا دیا گیا تھا اور کوئی تیس پینتیس درویش آلتی پالتی مارے ہوئے ایک مستطیل حلقے کی شکل میں ذکر کے واسطے بیٹھے تھے۔ حلقے کے بیچ میں تین بڑی بڑی موم بتیاں کوئی چار چار فٹ اونچی روشن تھیں۔ ذاکر[1] زیادہ تر احمدی[2] طبقے کے درویش تھے۔ یہ موٹے جھوٹے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اکثروں کے سر پر سبز عمامہ تھا۔ حلقے کے ایک طرف چار منشد (قوال[3]) بیٹھے تھے اور اُن کے ساتھ ایک بانسری بجانے والا بھی تھا۔ میں اولاً ایک قہوہ خانہ میں ٹِک گیا اور پھر تھوڑی سی ڈھٹائی کے بعد اپنے ملازم کی مدد سے اُن منشدوں کے برابر جا بیٹھا۔ ذاکرین نے استفتاح الذکر یعنی فاتحہ اور درود وغیرہ پڑھا۔ پھر ذکر[4] شروع ہوا۔ درویشوں نے اولاً آہستہ آواز سے لا الٰہ الا اللّٰہ کہنا اور اسکو دُہرانا شروع کیا۔ کلمہ کی تکرار کے ساتھ اُن کا سر و جسم بھی دو مرتبہ جھکتا[5] تھا۔ کوئی پاؤ گھنٹے کے بعد اُنھوں نے تیزی کیساتھ کلمے کی ضرب لگانی شروع کی۔ اسی اثناء میں منشد کلمہ گاتے رہے۔ کبھی کبھی وہ نعتیہ قصاید بھی گاتے تھے۔ ذکر میں تھوڑی تھوڑی دیر کے لیٔے جب کبھی وقفہ ہو جاتا تھا تو اُسوقت منشد قصیدے گانے لگتے[6] تھے۔ وقتاً فوقتاً یہ لوگ "مدد" کے نعرے لگاتے تھے جس سے روحانی مدد یا تائیدِ غیبی

---

[1]۔ مصر میں ذاکر کو ذکر کو ذکیر کہتے ہیں۔

[2]۔ سید احمد بدوی سے تعلق رکھنے والے درویش احمدی کہلاتے ہیں۔ سید احمد بدوی کا مرتبہ بلادِ مصر میں حضرت خواجہ اجمیری کے مثل مانا جاتا ہے۔ اِن کا مزار قاہرہ سے کوئی آٹھ دس کوس مقام طنطنیہ میں ہے۔ موجودہ شیخ سنوسی بھی اسی سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

[3]۔ مصر کے قوال مختلف باجے مثلاً قانون۔ رباب۔ عود۔ نے وغیرہ استعمال کرتے ہیں اور منشد جنکے معنی شعر پڑھنے والے کے ہیں عموماً ایسے موقعوں پر صرف ایک نے سے کام لیتے ہیں۔

[4]۔ مولوی شبلی نعمانی اپنے سفرنامے میں لکھتے ہیں کہ ہر فرقہ اپنی طریقے کے موافق ذکر کرتا ہے۔ ذکر کا طریقہ ہندوستان کے فقرا سے بالکل جدا ہے۔

[5]۔ اسکے متعلق مولوی شبلی لکھتے ہیں کہ سب لوگ حلقہ باندھکر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ذکر کے خاص الفاظ ایک ساتھ بلند بلند آواز سے کہتے جاتے ہیں۔ ان الفاظ کیساتھ رکوع کے قریب جھک کر کمر اور گردن کو عجیب طور پر حرکت دیتے ہیں اگر کوئی شخص دُور سے دیکھے تو اسکو ورزش کا دھوکہ ہو۔

[6]۔ ولیم لین صاحب نے مولود خوانی کا کچھ ذکر اپنی کتاب میں نہیں کیا ہے ممکن ہے کہ قصاید خوانی کو مولود خوانی پر حاوی سمجھا ہو ورنہ عبد الرحمن صاحب امرتسری کہتے ہیں کہ "علما" اور خوش بیان قاری ہر روز شام کو مولود پڑھتے ہیں آخری دن کا جلسہ بڑا عظیم الشان ہوتا ہے۔ ایک جیّد عالم جناب سرورِ کائنات کی ولادت باسعادت کے حالات نہایت فصاحت و بلاغت سے پڑھتا ہے اُسوقت سب لوگ حسب معمول کھڑے ہو جاتے ہیں اور دیر تک نہایت صبر کیساتھ دلی توجہ سے سُنتے ہیں۔

طلب کیجاتی تہی۔ تھوڑی دیر بعد ذاکروں نے پھر کلمہ پڑہنا شروع کیا مگر ابکی دفعہ لے بدل دی تہی۔
پہلے کی طرح اس مرتبہ بہی اول آہستہ آہستہ ذکر کیا۔ پھر جلدی جلدی ضربیں لگانے لگے اِسکے بعد
جس ترتیب سے وہ بیٹھے تہے اُسی ترتیب سے کہڑے ہوگئے اور اب ایک اور دُھن میں وہی
الفاظ بولنے لگے۔ اِسوقت ان کے ساتھ ایک عمدہ لباس پہنے لمبے قد والا حبشی غلام
شریک ہوگیا۔ اِسکی حرکات و سکنات نے مجھے مجبور کیا کہ میں اِسکی نسبت دریافت کروں۔
معلوم ہوا کہ وہ یاسنا کا خواجہ سرا تہا۔ درویش کہڑے ہوئے ایک کرخت اور گہرے لہجے
میں کلمہ دُہرا رہے تہے اور لا الٰہ الا اللہ کی ضرب لگا رہے تہے وہ ایسی آواز نکال رہے تھے
جیسی کہ طنبورے کے کنارے پر مارنے سے پیدا ہوتی ہے۔ لا الٰہ الا اللہ کو دُہراتے وقت
ہر شاغل و ذاکر اپنا سر دائیں بائیں طرف ہلاتا تھا۔ اب حبشی غلام ملبوس ہوگیا۔ یعنی اُس پر
کیفیت طاری ہوگئی۔ اُس نے اپنے ہتہیار ٹہیک دیئے اور جلدی جلدی لمبی لمبی آوازیں نکال کر
یا عمی عثمادی یا عثمادی[۱] پکارنے لگا۔ رفتہ رفتہ اُس کی آواز دھیمی پڑتی گئی اور یہی الفاظ
کہتا ہوا لوگوں کے سنبھالتے سنبھالتے زمین پر گر پڑا۔ اُس کے مُنہ میں جھاگ آ گئے۔ آنکھیں
اوپر چڑھ گئیں۔ ہاتھ پاؤں اکڑ گئے۔ اور مٹھیاں تشنج سے بند ہوگئیں اس کے حال آنے پر کسی کو
حیرت نہ ہوئی۔ اِس قسم کے واقعات اکثر ذکر میں ہوتے رہتے ہیں۔ اب دوسرے درویش بہی
زیادہ جوش میں آگئے اور نہایت تیزی کے ساتھ سروں کو ہلا ہلا کر زور زور سے ذکر کرنے
اور جھومنے لگے۔ بعض وقت وہ اُچھلنے کودنے بہی لگتے تہے اِس خواجہ سرا پر کئی مرتبہ حالت
طاری ہوئی۔ اِسکو خصوصاً اُسوقت وجد آتا تھا جب منشد دو ایک شعر گانے کے بعد خوب زور
لگا کر سامعین کو اپنی طرف متوجہ کرتے تھے یا یوں کہو کہ عرفی کے اس مقولے پر عمل کرتے تھے[۲]

نوا را تلخ ترمی زن چو ذوق نغمہ کم یابی
حدے را تیز ترمی خواں چو محمل را گراں بینی

اِسوقت کا راگ بہت اچھا اور میرے مذاق کا تہا۔ ذکر کے دوران میں ایک سپاہی بھی

---

[۱] اے میرے چچا عثمادی۔ اے عثمادی۔ یہ وہی عثمادی ہیں جن کا یہاں مولود ہو رہا تہا۔
[۲] ولیم لین صاحب نے عرفی کا شعر نہیں لکھا ہے۔ اِس فقیر نے موقع کے لحاظ سے اس مقام پر چسپاں کر دیا ہے۔

جوشِ ریاضت سے ایک محفل ہو گیا تھا کئی مرتبہ ملبوس ہوا۔ یہ بُری طرح چیختا تھا اور بڑے زور سے اپنا سر اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر ہلاتا تھا۔ ذکر کے ابتدا میں درویشوں کی سنجیدگی اور متانت اور ختم کے وقت یہ ہُو حق قابل دید تھی۔ ختم کے بعد منشدوں کے لیئے کچھ چندہ کیا گیا۔ ذکر کرنے والوں کو کچھ نہیں دیا جاتا۔

ذکر رات بھر ہوتا رہتا ہے۔ درمیان میں ٹھہر ٹھہر کر قہوہ اور حقہ پیتے رہتے ہیں[۱]۔ اسوقت رات کے گیارہ بجگئے تھے۔ میں یہاں سے برکۃ الاذبکیہ کو گیا۔ چاندنی اور چراغوں کی روشنی دلوں پر وجدانی کیفیت پیدا کر رہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ ڈیروں کے بہت سے چراغ خاموش ہو گئے تھے اور بہت سے آدمی خیموں اور شامیانوں میں پڑے خرّاٹے لے رہے تھے۔ درویشوں کا ذکر ختم ہو چکا تھا اِس لیئے یہاں کی کیفیت اگلی رات کے حالات میں بیان کرونگا۔

دوسرے دِن جس کی رات شبِ میلاد تھی مَیں کوئی گیارہ بجے دن کو پھر محلہ برکۃ الاذبکیہ کو گیا لیکن ابھی تک یہاں زیادہ مجمع نہیں ہوا تھا اور نہ یہاں کچھ زیادہ دلچسپی کا سامان تھا۔ صرف دو تین بازیگر کچھ مسخرے اور شاعر میں نے یہاں دیکھے۔ اِن میں سے ہر ایک کے گرد تماشائیوں کا چھوٹا چھوٹا سا حلقہ تھا۔ لیکن آج یہاں ایک ایسا تماشہ ہونیوالا تھا جس کے دیکھنے کے لیئے ٹھٹ لگ گئے۔ یہ تماشہ یا کرامات سعدیہ درویشوں کے مُرشد سید محمد المنزلوی دکھایا کرتے ہیں۔ آج جمعہ تھا۔ شیخ ممدوح مسجد حسین[۲] میں خطیب ہیں۔ یہاں سے بعد نمازِ جمعہ

[۱] مولوی شبلی لکھتے ہیں۔ ہر خیمے میں چائے شربت یا اور کسی قسم کی چیز ہر وقت موجود رہتی ہے۔ جو وقت کوئی شخص اگرچہ تماشائی ہو خیمے میں داخل ہوتا ہی فوراً اُسکی تواضع شربت چائے سے کیجاتی ہے۔ یہ اُمرا کے خیموں کی کیفیت ہے ولیم لین صاحب نے اُن خیموں کا ذکر کیا ہے جس میں درویش ذکر کرتے ہیں

[۲] مصر کے تیسرے فاطمی خلیفہ المعز لدین اللہ نے جسکی سلطنت ۳۴۲ھ ہجری سے ۳۶۵ھ ہجری تک رہی۔ جب شام پر تسلط حاصل کر لیا تو دمشق سے امام حسین علیہ السلام کا سرِ مبارک قاہرہ لے گیا اور ایک عظیم الشان مقبرہ تیار کرا کے اُسمیں دفن کیا۔ اِس مقبرے کے پہلو میں ایک نہایت عالیشان مسجد ہے جو مسجد سیدنا حسین کہلاتی ہے اِس مقبرے اور مسجد کا انتظام نہایت اعلیٰ درجے کا ہے۔ حسین مظلوم علیہ السلام کے سر کے متعلق اور بھی کئی روایتیں ہیں ایک یہ کہ وہ کربلا میں جسدِ اطہر کیساتھ دفن کر دیا گیا۔ ایک یہ کہ جنت البقیع میں دفن ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ دمشق کی مسجد اموی کی متصل ایک بڑی مسجد ہے جسے مسجد راس سیدنا الحسین کہتے ہیں اُسمیں سرِ مبارک دفن ہے۔

خطبۂ شیخ گھوڑے پر سوار ہو کر شیخ البکری کے مکان کو گئے جو شیخ المشائخ اور تمام مشائخ مصر کا خواہ وہ کسی سلسلہ کے ہوں مرکز ہیں۔ شیخ البکری کا مکان برکۃ الاذبکیہ کے جنوبی جانب ہے۔ راستہ میں سعدیہ درویشوں کی بہت سی ٹکڑیاں جو قاہرہ کے مختلف اضلاع سے آئی ہوئی تھیں ان کے ساتھ ہو گئیں۔ ہر ضلع کا غول اپنے دو جھنڈے لیئے چل رہا تھا۔ سید محمد منزلوی ایک نورانی صورت کے بزرگ ہیں۔ ذہانت و ذکاوت کے آثار اُن کے چہرے سے ظاہر تھے۔ اسوقت یہ عبا قبا پہنے ایک متوسط قد و قامت کے گھوڑے پر سوار چل رہے تھے۔ شیخ برکۃ الاذبکیہ میں سعدیہ درویشوں کے ایک بڑے جلوس کے ساتھ داخل ہوئے اس جگہ شیخ البکری کے مکان سے تھوڑے فاصلے پر جلوس ٹھہر گیا۔ اس جگہ کوئی سَو ڈیڑھ سو درویش زمین پر برابر برابر اوندھے لیٹ گئے۔ ان کی ٹانگیں پوری طرح پھیلی ہوئی تھیں اور اُنھوں نے اپنے ہاتھ پیشانیوں کے نیچے رکھ لئے تھے۔ یہ لوگ اللہ اللہ کہہ رہے تھے۔ اب کوئی بارہ تیرہ آدمی جن میں سے اکثر ننگے پاؤں تھے اور بعض کے ہاتھوں میں چھوٹے چھوٹے نقارے تھے۔ اللہ اللہ کہتے۔ نقارے بجاتے اپنے اوندھے پڑے ہوئے ساتھیوں پر سے بھاگتے ہوئے گزرے۔ اِن کے بعد شیخ تشریف لائے۔ اول تو ان کا گھوڑا آدمیوں کی پشت پر چلنے سے جھجکا مگر سامنے سے کھینچنے اور پیچھے سے ڈھکیلنے پر پہلے شخص پر قدم رکھا اور پھر بے دھڑک تیزی کے ساتھ چلنے لگا۔ دو آدمی جو اسکی باگیں پکڑے چل رہے تھے وہ بھی آدمیوں پر سے گزرے ان میں سے ایک شخص لوگوں کی ٹانگوں پر قدم رکھتا تھا اور دوسرا سروں پر۔ تماشائیوں نے یہہ کیفیت دیکھکر بڑے زور سے اللہ کا نعرہ لگایا جن پر گھوڑا گزرا ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہونچی۔ جسپر سے گھوڑا گزر جاتا تھا وہ لپک کر کھڑا ہو جاتا تھا اور آگے جا لیٹتا تھا تاکہ پھر اس پر سے گھوڑا گزر جائے۔ ہر شخص کو گھوڑے نے دو دو مرتبہ کھندلا۔ اولاً اگلے پاؤں سے۔ پھر پچھلے پاؤں سے۔ کہتے ہیں کہ کسی ایذا نہ پہونچنے کے خیال سے شیخ ساری رات عبادت میں گزارتے ہیں اور خاص دعائیں مانگتے ہیں اور مُرید بھی کچھ دعائیں پڑھتے ہیں۔ کئی مرتبہ ایسا اتفاق ہوا ہے کہ جو لوگ دعا و عزیمت تیار ہو کر نہ آئے اُن کو سخت صدمہ پہنچا۔ یا مر ہی گئے۔ بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس موقعے پر گھوڑے کے نعل نکال ڈالے جاتے ہیں مگر میں نے خود دیکھا کہ اُسکے نعل بندھے ہوئے تھے۔ کہتے ہیں کہ فرقۂ سعدیہ کے بانی گھوڑے پر سوار ہو کر شیشیوں پر چلا کرتے تھے اور کوئی شیشی ٹوٹتی نہ تھی۔

بعض یہ کہتے ہیں کہ گھوڑا پہلے سے سدھا ہوا رہتا ہے۔ یہ بھی غلط ہے اگر ایسا ہوتا تو گھوڑا پہلے پہل آدمی پر قدم رکھنے میں بدکتا نہیں۔ کئی برس ہوئے موجودہ شیخ نے یہ رسم جو دعسہ یعنی پاؤں سے رَوندنا کہلاتی ہی انجام دینے سے انکار کر دیا تھا مگر مریدوں کے اصرار سے اپنے ایک مرید کو جو اندھا تھا۔ کرامات دکھانیکی اجازت دیدی تھی لیکن تھوڑے دن بعد وہ بھی مر گیا اور شیخ نے اپنے مریدوں کے کہنے سننے سے پھر یہ عمل شروع کر دیا۔ یہ رسم نہایت خیر و خوبی کے ساتھ انجام دینے کے بعد شیخ اسی گھوڑے پر سوار ایک باغ میں گئے اور وہاں سے شیخ البکری کے مکان میں پہونچگئے۔ اسوقت ان کے ساتھ بہت کم درویش تھے جن کے پیچھے پیچھے میں بھی ہو لیا تھا۔ دربان نے مجھے اندر چلا جانے دیا۔ شیخ گھوڑے سے اُترے اور ایک جانماز پر جو دالان میں بچھی ہوئی تھی افسردہ شکل بنائے آبدیدہ جھک کر بیٹھ گئے اور کچھ پڑھنے لگے۔ میں شیخ کے بالکل قریب کھڑا تھا۔ سات آٹھ آدمی اُن کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور بیس پچیس درویش جو اُن کے ساتھ آئے تھے وہ نصف دائرے کی شکل میں اُن کے سامنے کھڑے تھے اس حلقے میں سے چھ آدمی آگے بڑھے اور ذکر شروع کیا۔ ہر شخص اللّٰہُ ھُو حی کے نعرے لگا رہا تھا اور ایک چھوٹا سا نقارہ جو ہر ایک کے ہاتھ میں تھا ایک تسمے سے پیٹتا جاتا تھا۔ چند منٹ تک یہ ہوتا رہا۔ اتنے میں ایک حبشی غلام کو وجد آگیا۔ یہ درویشوں کی طرف جھپٹا اور اپنے ہتھیار پھینک کر باواز بلند اللّٰہ اللّٰہ کی ضربیں لگانے لگا۔ کچھ دیر بعد اُسکو ہوش آگیا پھر دوسرا ذکر شروع ہوا۔ اس میں ایک آدمی "اللّٰہ ھُو حیّ" کہتا تھا۔ دوسرے اسکے جواب میں "یا حیّ" کہتے تھے اور ہر نعرے کے ساتھ یہ لوگ دائیں بائیں جھکتے تھے۔ دس منٹ تک یہ ہوتا رہا۔ پھر "دائم" اور "یا دائم" کا ذکر شروع ہوا۔ اسوقت میرا دل بھی چاہنے لگا کہ ان میں شریک ہو جاؤں۔ چنانچہ درویشوں میں گھُسکر میں نے بھی "ھُو حق" کی اور الحمدللّٰہ کہ کسی کی نظر میں کھٹکا نہیں۔ کچھ دیر تک ذکر ہوتا رہا۔ پھر درویشوں نے شیخ کی دست بوسی کی اور وہ آرام کے لئے بالاخانے میں چلے گئے۔

سعدیہ درویشوں کا پہلے یہ بھی طریقہ تھا کہ دعسہ کے بعد شیخ البکری کے مکان میں وہ خاص خاص آدمیوں کے سامنے سانپ بچھو کھانے کی کرامات دکھایا کرتے تھے مگر موجودہ شیخ نے اس خیال سے کہ مذہباً سانپ حرام ہے اسکی ممانعت کر دی ہے۔ یہ لوگ سانپوں کے زہریلے دانت اکھاڑ ڈالتے تھے یا اوپر نیچے کے ہونٹ ملا کر سی دیتے تھے تاکہ کاٹ نہ سکیں۔ بعض وقت یہ لوگ دعسہ کے جلوس میں بھی

سانپ لیکر نکلا کرتے تھے اور انکے ہونٹوں میں چاندی کے دو چھلے ڈالدیتے ہتے جسوقت کوئی سلدی درویش سانپ کھانے کو تیار ہوتا تو اُس کو اُسوقت ایک قسم کا جذبہ یا جنوں چڑھ جاتا تھا وہ اپنی انگوٹھی سی سانپ کا پھن سر سے کوئی دو انچہ کے فاصلے پر پکڑ لیتا تھا اور دو تین نوالوں میں سانپ کا پھن کچا چبا جاتا تھا جسم کا باقی حصہ پھینکدیتا تھا شب دوازدہم کو جو خصوصاً شب میلاد کہلاتی ہی میں پھر میلے کے مقام پر گیا۔ یہاں کوئی ساٹھ ستر درویش ایک شامیانے میں ذکر کر رہی تھی۔ اس حلقے میں مختلف سلسلوں کے درویش شریک تھے مگر ذکر جو اسوقت ہو رہا تھا وہ خصوصاً ہویہ کا تھا جسمیں ذاکر "یا اللہ" کے نعرے لگاتے ہیں اور ہر نعرے کے ساتھ اپنا سر جھکاتے ہیں اور اسکے ساتھ ہی اپنے ہاتھ چلیپے کی شکل میں سینے کے سامنے کرتے ہیں پھر سر اُٹھاتے ہیں اور سب ملکر ایک ساتھ اپنے چہرے کے سامنے تالی بجاتے ہیں۔ حلقے کے باہر بہت سے تماشائی زمین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ درویش کوئی آدہ گھنٹے تک ذکر کرتے رہے۔ اِسکے بعد انھوں نے پانچ پانچ چھ چھ آدمیوں کی ایک ایک ٹکڑی بڑے بڑے حلقوں کی شکل میں اسطرح بنائی کہ ہر شخص نے اپنا بایاں ہاتھ اپنے قریب والے کی پیٹھ پر اور اپنا پنجہ اُس کے کندھے پر رکھا۔ ان سب کے چہرے حلقے کے باہر حاضرین کی جانب تھے۔ یہ لوگ نہایت کرخت لہجے میں لفظ "اللہ اللہ" اپنے حلق سے ادا کر رہے تھے۔ اور ہر نعرے کے ساتھ ایک قدم پہلے آگے اور پھر پیچھے رکھتے تھے اور ہر دفعہ قدم آگے اُٹھاتے وقت اپنے دائیں جانب ذرا ہٹتے جاتے تھے اور اِسطرح نہایت آہستگی کے ساتھ ہر حلقہ گردش کر رہا تھا۔ ہر ذاکر اپنا سیدھا ہاتھ اُٹھا کر تماشائیوں کو جو حلقے کے باہر تھے سلام بھی کرتا جاتا تھا۔ بہت سے لوگ جب یہ درویش اُن کے قریب پہنچتے تھے تو اُن کے اُٹھے ہوئے ہاتھوں سے مصافحہ اور دست بوسی بھی کر رہے تھے۔ اس قسم کے ذکر کوئی تین بجے رات تک ہوتے رہے۔ دوسرے تماشے صبح کی نماز کے وقت ختم ہوئے اور ڈیرے صبح کے دِن نکلے اُکھاڑ دیئے گئے۔

خادم الفقراء

علی شبیر

(حیدرآباد دکن)

۲۹۷ر۹۱ عشرت م

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔

کتب خانہ جامعۂ عثمانیہ

۱۔ اراکین مجلس اعلیٰ، مجلس [illegible]، مجلس انتظامی [illegible] اپنے پاس رکھ سکیں گے۔
مجالس شعبہ جات و نصاب پانچ کتابیں ایک ایک ماہ [illegible] گزیٹیڈ عہدہ داران جامعہ [illegible] رکھ سکیں گے۔
۲۔ اساتذہ جامعۂ عثمانیہ و کلیہ جات ملحقہ ایک ایک ماہ [illegible] اپنے پاس [illegible] اور انٹرمیڈیٹ
اراکین دارالترجمہ دس کتابیں [illegible] شدہ دو کتابیں بی اے اور تحقیقاتی جماعتوں کے
۳۔ طلبا ایم اے، ایل ایل بی [illegible] اپنے پاس رکھ سکیں گے۔
[illegible] طلبہ تین کتابیں ایم اے [illegible] اپنے پاس [illegible] ہوں تو طلبہ سے حساب
طلبہ پانچ کتابیں [illegible] کتابیں واپس نہ ہوں [illegible] سکیں گی مگر اس غرض
۴۔ مدت مقررہ پر کتابیں واپس لیا جائیگا۔
ایک آنہ یومیہ فی کتاب کے حساب سے جرمانہ لیا جائیگا ۔ [illegible] داری
۵۔ بشرط موقع کتابیں گھر جاری کی جا سکیں گی
یہ کتب خانہ میں کتاب کا لانا لازم ہے۔
۶۔ کتابیں گم یا خراب ہو جائیں تو مستعیر پر ذمہ
داری ہوگی۔
۷۔ کتابوں پر کسی قسم کا نشان بنایا جائے یا پنسل سے
[illegible] لگایا جائے۔
۸۔ قلمی نسخے اور حوالے کی کتابیں
[illegible] نہیں دی جا سکیں گی۔ فقط